پیام تعلیم

"...دے دائیں ہاتھ میں قرآن ہوگا، بائیں ہاتھ میں سائنس اور پیشانی پر کلمہ لا الہ الا اللہ" ۔ سید احمد خاں


ماہنامہ

# پیام تعلیم

نئی دہلی ۲۵

| اپریل ۱۹۹۷ | جلد ۴۵ | شمارہ ۴ |
|---|---|---|





فی پرچہ : 5/ روپے ۔۔۔ سالانہ : 45/ روپے
سرکاری اداروں سے ۔۔۔ : 65/ روپے
غیر ممالک سے (بذریعہ ہوائی جہاز) : 320/ روپے

ایڈیٹر شاہد علی خاں

صدر دفتر:
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ ۔ جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵
فون اور ٹیلی فیکس نمبر : 011-6910191

شاخیں:
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ ۔ اردو بازار، دہلی ۶
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ ۔ پرنس بلڈنگ ۔ ممبئی ۳
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ ۔ یونی ورسٹی مارکیٹ، علی گڑھ ۲


بسم اللہ الرحمن الرحیم

## بچوں سے باتیں

ساری دنیا کے مسلمان سال بھر میں دو تہوار بڑے جوش و خروش سے مناتے ہیں ایک عید الفطر اور دوسرا عید الاضحٰی ۔ عید الفطر تو رمضان المبارک کا اہم فریضہ ادا ہونے کا شکرانہ ہے اور عید الاضحٰی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے ۔ اس سنت کی ابتدا کیسے اور کن حالات میں ہوئی اس کی تفصیل اندرونی صفحات میں ملاحظہ فرمائیں ۔

خوشی کی بات ہے کہ اب آپ کے پیام تعلیم میں آپ کے بزرگ ادیب بھی خاصی دلچسپی لینے لگے ہیں ۔ سابقہ شماروں کی طرح اس شمارے میں بھی معین الدین عثمانی ، کلیم ضیاء ، خلیق انجم اشرفی اور حکیم علی احمد جلال شامل ہیں ۔ ان کے نام آپ کے لیے نئے ہو سکتے ہیں لیکن اردو کی بے لوث خدمت یہ حضرات ایک عرصے سے کر رہے ہیں ۔ ان سب کا شکریہ ہم اپنی طرف سے اور آپ کی طرف سے ادا کر رہے ہیں ۔

چلتے چلتے ایک خوش خبری بھی سن لیجیے کہ آپ کے مکتبہ جامعہ کو دہلی اردو اکیڈمی نے معیاری کتابیں شائع کرنے پر منشی نول کشور انعام مبلغ پانچ ہزار ایک سو روپے کا دیا ہے ۔ ہے نا یہ آپ کے لیے خوش خبری ۔ اچھا باقی اگلے ماہ

پرنٹر پبلشر سید ہاشم کرمانی نے مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کے لیے لبرٹی آرٹ پریس پٹودی ہاؤس دریا گنج نئی دہلی ۲ میں چھپوا کر جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵ سے شائع کیا

فائق محمود

# حمد

اے خدا! تو ہی جبار غفار ہے
اے خدا! تو ہی قیوم و ستار ہے

پتا پتا ہے دیتا گواہی تری
ذرے ذرے پہ ہے بادشاہی تری

تیری عظمت ہر اک چیز سے ہے عیاں
تیری قدرت کا مظہر ہے سارا جہاں

التجا آج تجھ سے یہ کرتے ہیں ہم
اے خدا! ہم پہ ہو اب نگاہِ کرم

سب پہ بھی احسان ہے تو ہی منان ہے
ہم پہ بھی رحم کر تو ہی رحمان ہے

میرے فائق تجھ سے ہے یہ التجا
سرخرو کر اسے فن سے یہ ہے دعا

اعجاز احمد ناصر

# نعت

آپؐ کی ذات سب سے اعلا ہے
آپؐ کی بات سب سے اعلا ہے
آپؐ کا نام سب سے اچھا ہے
آپؐ کا کام سب سے اچھا ہے
حق کا پیغام آپؐ لائے ہیں
دینِ اسلام آپؐ لائے ہیں
آپؐ نے سب کی راہ نمائی کی
ساری مخلوق سے بھلائی کی
غم کے ماروں کی دستگیری کی
بے سہاروں کی دستگیری کی
آپؐ نے فقر کو پسند کیا
خاکساروں کو سر بلند کیا
آپؐ رحمت سے کام لیتے تھے
گرنے والوں کو تھام لیتے تھے
آپؐ رحمت ہیں دو جہاں کے لیے
باعثِ لطف انس و جاں کے لیے
روشنی آپؐ ہی کے دم سے ہے
زندگی آپؐ ہی کے قدم سے ہے
اے یتیموں کے غم گسار سلام
اے مدینے کے تاج دار سلام

حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ (اللہ تعالیٰ کے دوست) تھے۔ اُمت مسلمہ کے باپ تھے۔ آپ نے اللہ کا حکم ماننے، اس کی رضا کے آگے سر جھکا دینے اور قربانی دینے کی جو مثال قائم کی ہے وہ دنیا کی تاریخ میں سب سے روشن مثال ہے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی توحید (ایک ماننے) میں بلند ہمتی اور حق پر قائم رہنے کا اعلانرین معیار قائم کیا۔ قوم نے حضرت ابراہیمؑ کا ساتھ چھوڑ دیا۔ بادشاہِ وقت نے آپ کو زندہ جلا دینے کے لیے آگ جلائی، آپ اس میں نڈر ہو کر کود پڑے، لیکن اللہ کے فضل سے صحیح سلامت نکلے۔ آپ نے اپنے چہیتے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو حکمِ الٰہی کے مطابق قربان کرنے میں تامّل نہیں کیا۔ عیدِ قرباں (عید الاضحیٰ) کا دن اسی "ذبحِ عظیم" کی یاد میں ہر سال منایا جاتا ہے۔ جانوروں کی قربانی دی جاتی ہے۔ یہ جانوروں کی قربانی اصل میں ایک علامت ہے، ایک مشق ہے۔ ظاہر میں تو ہم کسی جانور کو قربان کرتے ہیں، لیکن حقیقت میں یہ ہماری خواہشوں اور تمناؤں کی قربانی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مرضی اور حکم کے آگے اپنی مرضی اور اپنے ارادے کو قربان کر دینے کا نام ہی اسلام ہے۔ جانوروں کی قربانی تو یہ ظاہر کرتی ہے کہ ہم اللہ کے بندے ہیں اور اس کی راہ میں ہمارا مال، ہماری جان، ہماری اولاد سب کچھ قربان کر سکتے ہیں۔ یہی حضرت ابراہیمؑ کا طریقہ اور نمونہ ہے۔ حضور اکرم نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آپؐ کے ساتھیوں نے جب ایک بار قربانی کے بارے میں پوچھا تو آپؐ نے فرمایا کہ "یہ تمہارے باپ ابراہیمؑ کی سُنّت (طریقہ) ہے۔" اگر ہم جانوروں کو تو قربان کرتے رہیں، لیکن ہمارے دل میں اللہ کی مرضی کے آگے اپنی خواہشوں، اپنے ارادوں، اپنے مال اور اپنی جان قربان کرنے کا جذبہ نہ ہو تو یہ قربانی سچی قربانی نہیں ہوگی۔ بے روح قربانی ہوگی۔

تمہارا دوست اور ہمدرد

حکیم محمد سعید

# عید قربانی

فیض لودھیانوی

پھر آئی عید قربانی مبارک
مسلمانو! مسلمانی مبارک

نشاں تک بھی نہیں باقی اَلَم کا
مسرّت کی فراوانی مبارک

سلونی نعمتیں خوش ہو کے کھاؤ
پلاؤ اور بریانی مبارک

خلیلؑ اللہ کی سنّت کا دن ہے
ہوئی رحمت کی ارزانی مبارک

اچانک دیکھ کر غیبی کرشمہ
خرد مندوں کو حیرانی مبارک

ذبیحؑ اللہ کی طاعت کے صدقے
دِلوں کو جوشِ ایمانی مبارک

ہمارا دین آساں ہو گیا ہے
عمل میں اب یہ آسانی مبارک

سفر کے بعد لاکھوں حاجیوں کو
خدا کے گھر کی مہمانی مبارک

بجھائی پیاس زمزم کے کنارے
مبارک چاہ کا پانی مبارک

جھکے جو فیضِ حق کے آستاں پر
مجاہد کو وہ پیشانی مبارک

## آخری حج اور قرآن کا پورا ہونا

رسول پاکؐ نے اسلام کو عرب کے کونے کونے میں پھیلا دیا۔ مدینہ میں تشریف لے جانے کے بعد دسویں برس آپؐ نے حج کیا۔ اس حج میں ایک لاکھ چوبیس ہزار مسلمان تھے۔ یہ ایک عجیب سماں تھا وہ مکہ جہاں دس گیارہ سال پہلے آپؐ کی بات کو کوئی سنتا نہ تھا آخری حج کے موقع پر آپؐ کے چاروں طرف آپؐ کے جانثار اور شیدائی موجود تھے۔ اس حج کے موقع پر آپ کو اسلام کے پورے ہونے کی خوش خبری سنادی گئی کہ الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی۔ "میں نے تمھارا دین تمھارے لیے کامل کر دیا اور اپنی نعمت کو تم پر پورا کر دیا۔ دین کے پورے ہونے کا یہ مطلب ہے کہ اس کے بعد کوئی نیا دین نہیں آئے گا اور نعمت کے پورے ہونے کا مطلب ہے کہ پیغمبری پوری ہو گئی۔ رسول پاکؐ کے بعد کسی رسول کی ضرورت نہیں رہی

آخری حج کے موقع پر رسول پاکؐ نے مسلمانوں کو بہت سی نصیحتیں کی تھیں۔ ان میں سے ایک نصیحت یہ تھی "میں نے تمھارے درمیان ایک ایسی چیز چھوڑی ہے جس کو اگر تم مضبوطی سے پکڑوگے تو میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہوگے۔ وہ قرآن ہے۔"

اس کے بعد قرآن اترنا ختم ہو گیا۔
قرآن کی تمام آیتیں اور سورتیں اپنی اپنی جگہ رکھی جا چکی تھیں اور بہت سے مسلمان پورے قرآن کے حافظ ہو چکے تھے۔

## چندا ماموں کی کہانی

بڑے تذکرے چندا ماموں کے تھے
گئے جان پر کھیل کر بھانجے

کئی دن تو چکر لگاتے رہے
اسے دیکھ کر منہ چڑاتے رہے

ملے راہ میں گرد کے قافلے
ہمارے وہاں حال ابتر ہوئے

وزن سے وہاں ہاتھ دھونے پڑے
ہمارے تو اوسان کھو ہی گئے

سزا یہ ہماری سنائی گئی
خلاء کی سیاحت کرائی گئی

وہ لڈو کھلاتا کہاں بور کے
سہانے تھے یہ ڈھول بس دور کے

ہمیں اک ٹکا بھی نہ اس نے دیا
یہ ماما نکما تھا روٹھا ہوا

نہ چرخا ملا اور نہ نانی ملی
ہمیں ایک جھوٹی کہانی ملی

# شمع راہ

ہم اکیلے نہیں رہتے۔ اپنے ماں باپ اور بہن بھائیوں کے درمیان رہتے ہیں پھر دوستوں اور ہمجولیوں سے ہمارا ملنا جلنا ہے۔ ہمسایوں اور رشتے داروں سے بھی تعلق رہتا ہے۔ ہم ان کی شادی غمی میں شریک ہوتے ہیں۔ ہم سب سے ایک ہی طرح نہیں ملتے۔ بزرگوں کا ادب کرتے ہیں۔ دوستوں اور ہمجولیوں سے میل جول میں بے تکلف ہوتے ہیں۔ اسی طرح ہمسایوں اور رشتے داروں سے ملاقات میں ان کی عمر مرتبے اور حیثیت کو دیکھ کر بات کرتے ہیں۔ بڑوں کا احترام اور چھوٹوں کے ساتھ شفقت کا سلوک ہمارے لیے لازم ہے۔ یہ سب تو ہے لیکن ہمارے نبی کریم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمسایوں کے ساتھ نیک سلوک کی بہت تاکید کی ہے، اور محض تاکید ہی نہیں کی، اس پر عمل کر کے دکھایا۔

حضرت ابوہریرہؓ آنحضورؐ کے ایک صحابی تھے ان سے روایت ہے کہ ایک روز کا ذکر ہے، ہم سب اپنے پیارے رسولؐ کے پاس بیٹھے تھے۔ بات چیت کے درمیان اچانک آپؐ نے ارشاد کیا: "اٹھو چلو ہم اپنے بیمار پڑوسی کی عیادت کر لیں۔ ہم اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ پھر معلوم ہوا کہ وہ بیمار پڑوسی ایک یہودی ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں: "ہم اس کے پاس پہنچے تو حضور رسالت مآبؐ نے فرمایا: کیا حال ہے آپ کا؟ کیسے ہیں آپ؟"

یہودی مسلمانوں کے دوست نہ تھے۔ انھوں نے اکثر لڑائیوں میں مسلمانوں کے خلاف کفاروں کی مدد کی تھی لیکن وہ بیمار یہودی آنحضرتؐ کا یہ محبت بھرا سلوک دیکھ کر اسلام کی سچائی کا قائل ہو گیا۔

ہم اکیلے نہیں رہتے۔ ہم صرف اپنے ماں باپ اور بہن بھائیوں کے درمیان ہی نہیں بلکہ ہمسایوں کے درمیان بھی رہتے ہیں۔ ہمیں ان کے ساتھ محبت اور رواداری کا سلوک کرنا چاہیے اور ایسی باتوں سے بچنا چاہیے جن سے ان کے آرام اور سکون میں خلل آئے۔ گرمی کی چھٹیوں میں سڑک پر اور گلی کے اندر کرکٹ کھیلنے والے ہمارے کمسن دوست اس بات کو خاص طور پر یاد رکھیں۔ کرکٹ کی گیند سے کھڑکیوں کے شیشے توڑنا اور شور مچانا، ہمسائے کے لیے اذیت کا سبب ہوتا ہے۔ کیسٹ اور ریڈیو اونچی آواز سے بجائے جائیں تو اس سے بھی ہمسایوں کے سکون میں خلل آتا ہے۔ ایسی باتوں سے بچنا ضروری ہے۔

(انشاجی کے پُر بہار قلم قتلے)

# قربانی کے بکرے

ہمیں معلوم نہیں کہ ہر چیز کا نعم البدل نکالنے والوں نے پلاسٹک کے بکرے بھی ایجاد کیے ہیں یا نہیں۔ ان کی ضرورت کا احساس ہمیں عید سے دو روز پہلے ہوا وہ یوں کہ ہم دفتر جاتے برنس روڈ سے گزر رہے تھے۔ ایک جگہ دیکھا کہ ہجوم ہے۔ راستہ بند ہے۔ آدمی ہی آدمی، دنبے ہی دنبے، بکرے ہی بکرے۔

ایک بزرگ سے ہم نے پوچھا "یہ کیا میلا مویشیاں ہو رہا ہے؟"

بولے "جی نہیں! یہ برنس روڈ کی بکرا پیڑی ہے۔ لیجیے یہ دنبہ لے جایئے۔ آپ کے خاندان بھر کو پل صراط کے پار لے جائے گا۔"

ہم نے پوچھا "ہدیہ کیا ہے اس بزرگ کا؟"

بولے "پانچ سو لے لوں گا۔ وہ بھی آپ کی مسکین صورت پر ترس کھا کر۔ ورنہ چھ سو روپے سے کم نہ لیتا۔"

ادھر نظر ہٹا کر ہم نے ایک اللہ لوک قسم کے بکرے کی طرف دیکھا جو مارے ضعف اور ناتوانی کے زمین پر بیٹھا تھا۔

ہم نے کہا "اس ذات شریف کے کیا دام ہوں گے؟"

اس کا مالک دوسرا تھا وہ بھاگا بھاگا آیا اور بولا "جناب! آپ کی نظر کی داد دیتا ہوں۔ بڑی خوبیوں کا بکرا ہے۔ عمر اس کی زیادہ نہیں۔ آپ سے دو چار سال چھوٹا ہی ہوگا۔"

ہم نے کہا "یہ چپ چاپ کیوں بیٹھا ہے؟ جگالی تک نہیں کرتا۔"

بولے ''دانتوں میں کچھ تکلیف تھی۔ پوری بتیسی نکلوادی ہے خیال تھا مصنوعی جبڑا لگوانے کا لیکن اتنے میں عید آگئی۔''

''کتنے کا ہوگا؟''

''دو سو دے دیجیے۔ اتنے میں مفت ہے۔''

ہم نے اپنی جیب کو ٹٹولا اور کہا ''سو روپے سے کم کی چیز چاہیے۔''

بولے ''پھر آپ مرغ کی قربانی دیجیے۔ چوپایہ نہ ڈھونڈیے۔''

اس سے کچھ آگے ایک کالا بکرا نظر آیا۔ کالا ہونے کی وجہ سے نظر بھی آگیا۔

ہم نے اس پر ہاتھ پھیرا لیکن اتنے میں ہوا کا جھونکا آیا اور وہ دور جا پڑا۔

ہم نے مالک سے کہا ''یہ بکرا ہے یا بکرے کا خلاصہ؟''

مالک نے کہا ''سائیں! آج کل زمانہ ہی خلاصوں کا ہے۔ یہ تو خلاصہ ہے۔ ایسے ایسے بکرے آپ کو دکھاؤں کہ آپ ان کو گیس پیپر کہیں۔ جانور کا ست قرار دیں۔ ہوا تیز ہے لہذا اپنی جیب میں ڈال رکھے ہیں

ہم نے کہا ''دکھاؤ تو۔''

انھوں نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور مٹھی کھول کر کہا ''یہ لیجیے''

ہم نے کہا ''ہمیں تو نظر نہیں آتا۔''

بولے ''قریب سے دیکھیے۔ جھک کے دیکھیے۔ سستا بھی ہے۔ چالیس روپے میں ہو جائے گا۔''

ہم نے گھڑی دیکھ کر کہا ''اچھا کل سہی۔ اس وقت تو ہمیں دیر ہو رہی ہے۔''

ان بزرگ نے ایک مینڈھے کو شُشکارا کہ صاحب کو دیر ہو رہی ہے ذرا پہنچا آؤ ان کے دفتر۔

وہ سینگ جھکا کر ہماری طرف لپکا.........

ہنستی گدگداتی تحریر

# چھنگلی کی تلاش

بقرعید کے موقع پر مصنف کو بہت سی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا اور
اسی میں وہ اپنی 'چھنگلی' کھو بیٹھے۔

محبوب الٰہی مخمور

✡

صبح پانچ بجے ہم نے ورزش کی خاطر گھر سے
جیسے ہی قدم باہر نکالا۔ سامنے ہی اپنے دوست حامد
کو پایا۔ ہم حیران کھڑے تھے کہ حامد اتنے سویرے

سویرے کہاں جا رہا ہے؟
"کہاں جا رہے ہو حامد؟" ہم نے وہیں سے
ہانک لگائی۔

"سیر کرانے جا رہا ہوں" اس نے بدستور چلتے ہوئے کہا۔

"سیر کرنے یا کرانے میں سمجھا نہیں" ہم نے غور سے حامد کے ساتھ حرکت کرتی شے دیکھی جو بغیر چشمے کے صاف نظر نہیں آ رہی تھی۔ ہم نے پھر اسی انداز سے کہا "تم نے گدھے کی رسّی کیوں پکڑ رکھی ہے ہے"

اس پر حامد نے غصّے سے کہا" یہ گھوڑا نہیں بکرا ہے اور اسی کو ہم سیر کرانے کے لیے لے جا رہے ہیں۔ صرف دس دن بعد بقرعید ہے قربانی کرنا ہے"

ہم نے فوراً ان سے معذرت کی مگر پھر طنزیہ لہجے میں کہا" یہ تم کو کس نیم حکیم نے مشورہ دیا ہے کہ صبح ہی صبح بکرے کو سیر کراؤ"

" یہ نیم حکیم تمھارے چچا جان اور میرے ابا جان ہوتے ہیں" حامد کا ترکی بہ ترکی جواب سن کر ہم نے کھسک لینا ہی بہتر سمجھا۔

ورزش کے دوران ہم نے سوچا کیوں نہ ابا جان سے کہا جائے کہ قربانی کے لیے اس عید پر بکرا لے آئیں۔ حامد کی طرح ہم بھی بکرے کو سیر کرائیں گے اور محلّے والوں پر رعب الگ ڈالیں گے۔

بکرا خریدنے کی ہماری خواہش شدید ہوتی گئی۔ ابا جان کے حضور عرضی بھیجی کہ اس عید پر بکرے کی قربانی ضرور کریں مگر وہ راضی نہیں ہوئے کیوں کہ ان کی جیب اجازت نہیں دیتی تھی۔ ہماری ضد جب حد سے بڑھی تو آخر انھوں نے ہتھیار ڈال دیے اور ہمیں ایک ہزار روپے دیتے ہوئے کہا "میاں صاحبزادے تم خود ہی بکرا خرید لاؤ۔ میری جیب میں ان کے علاوہ کچھ نہیں ہے"

ہم نے کہا" ایک ہزار میں آج کل بکرا کہاں ملتا ہے"

اس پر ابا جان بولے" ہلکا پھلکا ہی بکرا خرید لو"

"ابا جان! ایک ہزار میں تو صرف بکرے کا ایکسرے ہی آ سکتا ہے" عارف کی بات پر ابا جان نے غصّے سے کہا" اگر آ سکتا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ پیسے واپس کر دو"

ہم نے موقع غنیمت جانا کہ ایک ہزار میں ہی بکرا تلاش کر لیں ورنہ ابا جان کہیں اپنا ارادہ نہ بدل لیں۔

بقرعید میں ابھی دس دن باقی تھے ہم نے اللہ کا نام لے کر بکرا منڈی قساب پورہ کا رخ کیا کہ کوئی بکرا خرید لیں مگر بکروں کی قیمتیں معلوم کر کے ہمارے ہوش اُڑ گئے کیوں کہ ان کے دام آسمان سے باتیں کر رہے تھے۔ ہم پہلے دن مایوس ہو کر گھر کے بدھو کی طرح لوٹ آئے۔ دوسرے دن بھی ہم ایک پُر جوش نظم پڑھ کر حالت جوش میں بکرا منڈی پہنچے۔ ہمارے بہن بھائی ہمیں ہر صبح تر و تازہ بکرے کی مہم پر جاتے ہوئے دیکھتے اور شام کو منہ لٹکائے حال سے بے حال بلکہ بُرا حال خالی ہاتھ آتے دیکھتے رہے۔ ایک ہفتے میں ہماری حالت غیر ہو گئی۔ ہماری

والدہ محترمہ بے حد پریشان تھیں کہ عید سے قبل ہم اس دارِ فانی سے کوچ نہ کر جائیں۔ نویں دن جب ہم گھر سے نکل رہے تھے تو والدہ محترمہ نے کہا "بیٹا! بکرے کی فکر چھوڑ دے، اپنی صحت کا خیال کر۔"

مگر ہم نے کہا "ہمیں ہر حالت میں جانا ہے۔"

اور بضد گھر سے نکل گئے۔

بالآخر بکرا منڈی پہنچے تو قدرت کو بھی ہماری حالت پر رحم آگیا۔ ایک صاحب سے مول تول کیا آخر بڑی مشکل سے بات آکر ٹھہری ایک ہزار پر، ہم نے خوشی خوشی روپے ادا کیے اور بکرے کی رسی اپنی گرفت میں لی اور واپسی کا سوچنے لگے۔

ایک رکشے والے سے بات کی کہ "بھائی فرید آباد چلو گے؟"

اس نے کہا "بالکل چلوں گا۔ کیا بکرا لے جانا ہے؟"

ہم نے اپنا سر اقرار میں ہلایا تو بولا "پچھتر روپے لگیں گے۔"

ہم نے کہا "خدا کا خوف کرو پچھتر روپے میں تو ہم دس دفعہ فرید آباد کا چکر لگا سکتے ہیں۔"

اس پر رکشے والے نے کہا "بے شک درست ہے مگر بغیر بکرے کے۔" ہم بڑبڑاتے ہوئے آگے بڑھے۔ ایک ٹیکسی ڈرائیور سے بات کی تو اس نے سو روپے بتائے۔

"سو روپے بہت زیادہ ہیں۔" ہم نے کہا۔

ایک انٹرویو کے دوران امیدوار سے پوچھا گیا۔ فرض کیجیے آپ ٹرین چلا رہے ہیں جس میں ۳۶ مسافر سوار ہیں۔ پہلے اسٹیشن پر ۱۸ مسافر اتر گئے اور تین سوار ہوئے۔ دوسرے اسٹیشن پر کوئی نہیں اترا مگر چھ نئے مسافر سوار ہوئے۔ اب بتائیے کہ ٹرین کے ڈرائیور کا نام کیا تھا۔

امیدوار نے جواب دیا۔ یہ میں کیسے بتا سکتا ہوں۔ انٹرویو لینے والے نے کہا ہمیں پہلے ہی معلوم تھا کہ ہماری بات آپ توجہ سے نہیں سن رہے ہیں ورنہ اس طرح کا جواب ہرگز نہ دیتے۔ ہم نے پہلے ہی بتا دیا تھا کہ ٹرین آپ چلا رہے ہیں۔

"ایسا کرو کہ بکرے پر سوار ہو کر چلے جاؤ آرام سے بغیر پیسوں کے پہنچ جاؤ گے۔" ٹیکسی ڈرائیور نے ہمیں گھورتے ہوئے کہا اور ہم غصے کی حالت میں آگے بڑھ گئے۔

ہم کافی دیر ادھر ہی گھومتے رہے۔ آخر بڑی مشکل سے ایک رکشے والے کو چالیس روپے میں راضی کیا اور گھر کی طرف چل دیے۔

ہم نے صحن میں لا کر بکرے کو باندھا اور آپا جان کو خوش خبری سنائی۔

تھا جس کا انتظار وہ شاہکار آگیا
بکرے کو لے کے وہ سرِ بازار آگیا

چھوٹے بھائی کو آرڈر دیا کہ گھاس کا فوراً بندوبست کرو۔ اسی وقت ہماری بہن نے کہا

"جاؤ احسان جلدی سے گھاس کا بندوبست کرو بھائی جان کو بھوک لگ رہی ہے۔"

ہمیں اس بات پر شدید غصہ آگیا۔ ہم نے عینک اتار کر اپنی بڑی بڑی آنکھوں سے اُسے گھورا تو وہ گھبرا کر کھسک گئی۔

بکرے کو گھاس کھلا کر ہم سوچنے لگے کہ بکرے کو محلّے کی سیر تو کرا دیں۔ اس طرح محلّے والوں سے بکرے کی جان پہچان ہو جائے گی اور ہمارے بکرے کا رُعب بھی پڑے گا۔ ہم بکرے کی رسّی پکڑ کر گھر سے نکلے۔ محلّے میں گھومتے رہے مگر ہمارے کسی دوست نے بھی بکرے کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھا۔ ہم حیران ہوئے کہ کیا ماجرا ہے؟ ہمارے کلاس فیلو قاسم رزّاق نے ہماری خیریت پوچھی مگر بکرے کے بارے میں پوچھا تک نہیں۔ ہم دل ہی دل میں اس کو صلواتیں سناتے رہے کہ آخر یہ شخص بکرے کے بارے میں کیوں نہیں پوچھ رہا۔ مگر ہماری مُراد بر آئی۔ اس نے پوچھ ہی لیا: "یہ کس چیز کو لیے گھوم رہے ہو؟"

ہم نے کہا "تم کو نظر نہیں آتا کہ یہ کیا چیز ہے؟ بھائی یہ بکرا ہے۔"

"اتنا کمزور بکرا" اس نے حیرانی سے پوچھا۔

ہم نے جل بھُن کر کہا "کیوں ؟ کیا تمھیں اس سے کشتی لڑنا ہے اور ہاں اپنی آنکھوں کو ٹیسٹ کراؤ پھر چشمہ لگا کر بکرے کو دیکھنا" یہ کہہ کر ہم بکرے کو لیے تیز تیز گھر کی طرف چل دیے۔ ہمارا دوست قاسم رزّاق پیچھے آوازیں ہی دیتا رہا مگر ہم آندھی طوفان کی طرح چلتے رہے اور گھر پہنچ کر دم لیا۔

بقرعید آنے میں ایک دن باقی تھا۔ ہم نے اسی دن قصائی سے رجوع کیا۔

"ہم پر چھُری پھیرنے کے کتنے لو گے؟"

قصائی بولا "کیا کہا؟"

ہم نے وضاحت کی "بکرے پر چھری پھیرنے کے کتنے لو گے؟"

اس پر قصائی نے جلدی سے کہا: "ڈیڑھ سو روپے۔"

"ہماری قربانی کے ڈیڑھ سو روپے مانگ رہے ہو" ہم نے حیرانی سے پوچھا۔

"آپ اگر دو سو روپے بھی اپنی قربانی کے دیں گے تو بھی قربانی نہیں کروں گا" قصائی نے کہا۔

"کیوں بھئی کیا چھری تیز نہیں ہے کیا؟" ہم نے ہنستے ہوئے کہا۔

"جی نہیں چھری تو تیز ہے مگر آپ کی قربانی جائز نہیں کیوں آپ کا ایک دانت ٹوٹا ہوا ہے۔"

قصائی کی اس بات پر ہم نے جلدی سے اپنا مُنہ بند کر لیا اور اس سے ڈیڑھ سو روپے میں بات کر کے واپس ہونے لگے تو قصائی نے ہمیں جاتے ہوئے ایک ٹوکن دیا جس پر اٹھارہ نمبر درج تھا۔ ہم نے اس کی وضاحت پوچھی تو بولا "آپ سے پہلے سترہ افراد پر چھری پھیرنی ہے۔"

بقر عید کی صبح ہم جلدی جلدی نہانے کے لیے غسل خانے میں داخل ہوئے مگر یہ کیا! وہاں پانی کا نام و نشان تک نہ تھا۔ ہم نے چلّو بھر پانی تلاش کیا مگر وہ بھی نہ ملا۔

امّی سے پوچھا تو انھوں نے کہا: "آج پانی بند ہے کیوں کہ پانی والوں کو میٹھی عید پر عیدی نہیں دی چنانچہ انھوں نے اس عید پر بدلہ لیا ہے۔"

ہم نے فوراً اپنے کپڑے سنبھالے اور اپنی خالہ جان کے گھر اسکوٹر پر روانہ ہوئے کیوں کہ ہمیں صد فیصد یقین تھا کہ وہاں پانی وافر مقدار میں موجود ہوگا کیوں کہ ان کے برابر میں ایک صاحب رہتے تھے جو ادارۂ آب رسانی میں بڑے آفیسر ہیں۔ اُن کے طفیل ہماری خالہ جان کے گھر بھی پانی آجاتا ہے۔

خالہ کے گھر سے تیار ہو کر ہم واپس آئے پھر مسجد میں نمازِ عید ادا کی اور گلے مِل کر جلدی جلدی گھر کی جانب چل دیے۔ ہمارے دوست جاوید انجم نے اتنی جلدی جاتے دیکھ کر کہا: "کیا مسجد سے جوتے چوری کرکے بھاگ رہے ہو؟" اس پر ہم نے ساری صورتِ حال بتائی اور گھر پہنچ کر سکون کا سانس لیا۔

ساڑھے آٹھ بجے سے قسائی کا انتظار کرتے کرتے بارہ بج گئے مگر قسائی کا کہیں نام و نشان تک نظر نہیں آیا۔ پریشانی کی حالت میں قسائی کی دکان کی جانب دوڑ لگائی مگر دکان پر تالے کے ہمراہ عید مبارک کا بورڈ آویزاں تھا۔ تھک ہار کر واپس ہو لیے۔

دوپہر بارہ بجے قسائی کا دیدار نصیب ہوا ہم نے فوراً یہ شعر پڑھا۔

؎ آنا تیرا مبارک قسائی کہلانے والے
آنسو بہا رہے ہیں معصوم بکرے والے

"کہاں رہ گئے تھے جان بردار؟"

"دوسروں کی بھی کھال اتارنا تھی اس لیے دیر ہوگئی۔" ہم اس کے جملے پر غور کرنے لگے۔ جب تک قسائی نے چھری نکالی اور ہمارے بکرے پر پھیر کر ہم سے کہا: "بکرے کو ٹھنڈا ہونے دو میں دو منٹ میں آتا ہوں۔" ہم اس کے انتظار میں دو منٹ کے بجائے دو گھنٹے تک بیٹھے رہے مگر قسائی کا کوئی اتا پتا معلوم نہ ہو سکا۔

دو بجے قصائی واپس آیا تو ہم اس پر چڑھ دوڑے "کیا مذاق بنا رکھا ہے؟ تم بکرے کو دو منٹ میں ٹھنڈا کرنے کا کہہ کر گئے تھے اور دو گھنٹے بعد واپس آ رہے ہو۔"

قسائی نے کہا: "کیا صرف آپ کی کھال اتاردوں۔ ان لوگوں کا کیا کروں جن کے بکرے میں نے صبح دس بجے کاٹے تھے۔ آخر ان کی کھال اتارنا تھی اور بوٹیاں بھی بنانا تھیں۔"

ہم نے کہا: "بس بس جلدی کرو۔" اس پر قسائی نے جلدی جلدی بکرے کی الٹی سیدھی کھال اتاری اور بڑی بڑی بوٹیاں بنا کر رفو چکر ہوگیا۔

گھر والوں نے جب گوشت اور ہڈیوں کے بڑے بڑے ٹکڑے دیکھے تو انھوں نے ہماری کھال اتارنا شروع کر دی۔

"کیا اتنی بڑی بڑی بوٹیاں مگر مچھوں کے لیے بنوائی ہیں اور... اور یہ موٹی موٹی ہڈیاں لگتا ہے کہ کے ایم سی والوں نے کھدائی کے بعد یہ پائپ دریافت کیے ہیں۔ غضب خدا کا ڈیڑھ سو روپے لے گیا اور بکرا ویسا ہی چھوڑ گیا۔"

پھر اباجان نے نیا حکم صادر کیا: "ان کی بوٹیاں اب تم بناؤگے۔"

"کیا... کیا مطلب ہم اور بوٹیاں؟" ہم نے ناگواری کے انداز میں کہا۔

"ہاں! تم۔" حکم ہی ایسا تھا کہ چار و ناچار ماننا پڑا اور جو ہم ڈھائی بجے بغدا لے کر بیٹھے تو پھر عصر کی اذان ہوگئی۔ اب ہڈیاں توڑنے کی باری آئی۔ ہم ہڈی کو سامنے رکھتے قسائی کی کھوپڑی کا تصور کرتے اور پوری قوت سے بغدا اس پر دے مارتے۔ ہڈی دو ٹکڑوں میں بٹ جاتی اور خیالی قسائی ہمارے سامنے ہی پاش پاش ہو جاتا۔ ایک گھنٹے کی ہڈی توڑ کارروائی کے بعد ہم تھک کر بستر پر گر گئے۔ اسی وقت ہمیں اپنی انگلی میں تکلیف کا احساس ہوا۔ تب ہمیں معلوم ہوا کہ ہم نے بکرے کے گوشت میں اپنی بوٹیوں کا اضافہ کر دیا تھا۔ ہمارے دائیں ہاتھ کی چھنگلی غائب تھی۔ شاید جھٹکوں سے نکل گئی یا بغدے کی دھار نے اس کا سر جدا کر دیا۔

گھر والے گوشت محلے میں بانٹ چکے ہیں۔ گھر میں بھی کھانا تیار ہے۔ ہماری چھنگلی رکابی میں سے تو برآمد نہیں ہوئی۔ ہاں کسی اور ساتھی کی رکابی سے نکل آئے تو براہ مہربانی ہمیں ضرور پہنچا دے۔

آپ سب تو جانتے ہی ہیں کہ چھنگلی کتنے کام کی ہوتی ہے...!

## مانگنا بُری عادت ہے

تاتاریوں سے لڑتے ہوئے ایک بہادر جوان زخمی ہو گیا۔ ایک شخص نے اس سے کہا کہ فلاں تاجر کے پاس زخم کی دوا موجود ہے اگر تم اس سے مانگو گے تو انکار نہ کرے گا۔ کہتے ہیں کہ وہ تاجر بہت کنجوس مشہور تھا۔

اس زخمی جوان نے جواب دیا۔ اگر میں اس سے مانگوں تو ممکن ہے دے دے اور اس سے مجھے فائدہ بھی ہو جائے۔ یا نہ دے لیکن میرے لیے مانگنا ایسا ہی ہے جیسے تیز زہر کھا لینا۔

کمینوں کی خوشامد کر کے اگر کوئی چیز حاصل کر لی تو جسم کو فائدہ پہنچے گا مگر اس ذلت کی وجہ سے جان کو نقصان پہنچے گا۔

عقل مندوں نے کہا ہے کہ عزت گنوا کر آب حیات بھی ملے تو نہ لینا چاہیے۔ عزت کی موت مر جانا ذلت کی زندگی سے بہتر ہے۔ خوش مزاج آدمی کے ہاتھ سے ایلوا جیسا کڑوا پھل کھا لینا اچھا ہے مگر کسی بد مزاج کے ہاتھ سے مٹھائی کھانا اچھا نہیں۔

# بھاپ کا جادو

حامد اللہ افسر

اب سے سوا سو ڈیڑھ سو برس پہلے اگر تم کسی سے کہتے کہ ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے جب بلا بیل یا گھوڑے یا کسی جانور کی مدد کے گاڑیاں ساٹھ ستر میل فی گھنٹے کی رفتار سے چل سکیں گی اور ہزارہا آدمیوں کا بوجھ اور صدہا من کا وزن بھی اس رفتار پر کوئی اثر نہ ڈال سکے گا تو وہ تمھیں دیوانہ سمجھتا اور تمھاری بات کو ہنس کر ٹال دیتا۔ یا فرض کرو اُس وقت کا کوئی انسان اب پھر پیدا ہو جائے اور انجن کو دیکھے تو بلا شک و شبہ اُسے دیوؤں اور جنوں کی سواری سمجھے گا اور اس قدر خوف زدہ ہو گا کہ دوبارہ اس کی طرف دیکھنے کی جرات نہ کر سکے گا۔

انگلستان میں جب اوّل اوّل انجن ایجاد ہوا ہے تو وہاں کے لوگ انجن کے موجدوں کو سڑی اور دیوانہ تصوّر کرتے تھے اور اسی لیے ان غریبوں کو صدہا قسم کی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ چناں چہ ان دنوں ریل کی پٹریاں رات کے وقت بچھائی گئی تھیں، کیوں کہ دن کے وقت آس پاس کی آبادیوں سے لوگ آجاتے تھے اور کام کرنے والوں کو مار کر بھگا دیتے تھے۔ وہ بھی کیا زمانہ تھا۔ تقریباً ۱۸۰۱ء کا ذکر ہے۔ رچرڈ ٹرلوی تھک (RICHARD TRIVITHICK) جو خود بھی ایک طرح سے انجن کے موجدوں میں شمار کیا جا سکتا ہے، اندھیری رات میں ایک انجن لیے جا رہا تھا۔ راستے میں تھا ایک پُل۔ وہاں سے گزرنے والوں کو کچھ ٹیکس ادا کرنا پڑتا تھا۔ جب ٹیکس وصول کرنے والا اس جھونپڑی سے نکل کر آیا تو انجن کو دیکھ کر بے چارہ اس قدر خوف زدہ ہوا کہ دَم بہ خود رہ گیا۔ رچرڈ نے پوچھا "ہمیں کتنا محصول دینا پڑے گا؟" مگر اس غریب کو ہوش کہاں تھا کہ جواب دیتا، آنکھیں پھاڑے بُت بنا کھڑا رہا۔ رچرڈ نے پھر پوچھا۔ اس نے جلدی سے آگے بڑھ کر کانپتے ہوئے ہاتھوں سے پھاٹک کھول دیا اور بولا، "محصول وحصول کچھ نہیں آپ خدا کے لیے جلدی سے گزر جائیے۔" بات یہ تھی کہ وہ

رچرڈ کو کوئی بھوت پریت سمجھا کہ دھواں اور چنگاریاں اُڑانے والی گاڑی بھوتوں کے سوا اور کس کے پاس ہوسکتی ہے۔

تمھیں شاید یہ سُن کر تعجب ہوگا کہ ریلوے انجن کی ایجاد کا سہرا ایک نہایت غریب لڑکے کے سر ہے۔ اس کا نام تھا جارج اسٹفنسن ( GEORGE STEPHENSON ) اس لڑکے کی پیدائش کا فخر سرزمینِ انگلستان کو حاصل ہے۔ جارج ۹۔جون ۱۷۸۱ء کو نیو کاسل ( NEW CASTLE-ON-TYNE ) کے قریب ایک گاؤں میں پیدا ہوا۔ جارج کے پانچ بہن بھائی اور تھے۔ گویا ماں باپ سمیت گھر میں آٹھ آدمی تھے۔ جارج کا باپ رابرٹ اسٹفنسن کوئلے کی ایک کان میں کام کرتا تھا اور غریب کی آمدنی اس قدر قلیل تھی کہ کسی طرح گزر نہ ہو سکتا تھا۔ سارا خاندان ایک چھوٹی سی جھونپڑی میں رہتا تھا۔ وہی ان کا باورچی خانہ تھا، وہی خواب گاہ۔ غرض جس طرح ہو سکتا بے چارے روکھی سوکھی کھا کے دن گزارتے۔

تعلیم و تعلّم کا رواج اُن دِنوں نہیں تھا اور جو کچھ تھا بھی تو وہ رئیسوں اور تعلقداروں کے لڑکوں تک محدود تھا۔ غریب اپنے بچّوں کو ابتدا ہی سے محنت مزدوری میں لگا دیتے تھے کہ دو چار پیسے وہ بھی لے آئیں تو نمک مسالے کا کام تو چلے۔ جارج ذرا بڑا ہوا تو گاؤں کے دو چار اور لڑکوں کے ساتھ مویشیوں کی دیکھ بھال پر لگا دیا گیا۔ اس کے بعد ایک گھوڑے کی نگہ داشت کا کام اس کے سپرد ہوا۔ مگر ان میں سے کسی کام میں اس کا جی نہ لگا۔ جارج اَن پڑھ ضرور تھا، مگر تھا ذہین اور سمجھ دار۔ بچپن ہی سے وہ مٹّی کے انجن بناتا اور بگاڑ دیتا خدا کی قدرت نے کھیل بھی کھیلا تو وہ جس نے آئندہ عمر میں اس کے نام کو آسمانِ شہرت پر پہنچا دیا۔ بالے کے پاؤں پالنے میں نظر آتے ہیں۔ ہوتے ہوتے اس کھیل کی بہ دولت انجن سے اُسے اتنی واقفیت ہوگئی کہ وہ کان سے پانی نکالنے والے انجن پر ملازم رکھ لیا گیا۔ اب اُسے اس مشین کے کل پُرزوں پر عبور حاصل کرنے کا عمدہ موقع مل گیا۔ گویا اس کی دِلی آرزو بر آئی، لیکن اس کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ پانی بھاپ کیوں کر بن جاتا ہے اور پھر یہ بھاپ انجن کو حرکت میں کیوں کر لاتی ہے۔ اب اُسے خیال پیدا ہوا کہ اگر میں کچھ پڑھ لکھ لوں تو شاید یہ راز سمجھ میں آجائے۔

مندرجہ بالا حالات سے یہ تو تمھیں معلوم ہو گیا کہ اسٹفنسن سے پہلے دُخانی انجن ایجاد

ہو چکا تھا۔ گو بالکل نامکمل اور ابتدائی حالت میں سہی۔ اصل میں ایک مدّت سے انسان اس کوشش میں تھا کہ کسی طرح بھاپ سے کام لے۔ فرانس میں بھی یہ کوشش جاری تھی اور انگلستان میں بھی۔ آخر ڈار ماؤتھ (DARMOUTH) کا ایک لُہار ٹامس نیو کومین ([illegible] NEWCOMEN) نامی ایک ایسا انجن بنانے میں کام یاب ہو گیا جو کان سے پانی نکالنے میں کام آتا تھا۔ ٹامس ۱۶۶۳ء میں پیدا ہوا اور ۱۷۲۹ء میں دُنیا سے سدھارا۔ زمانہ گزرتا رہا اور ٹامس کے انجن سے لوگ کام لیتے رہے۔ آخر ایک دفعہ اسی قسم کے ایک انجن میں کچھ خرابی آگئی اور وہ درستی کے لیے ایک نوجوان شخص جیمس واٹ ([illegible] WATT) کے پاس بھیجا گیا۔ یہ ۱۷۶۵ء کا واقعہ ہے۔ اس وقت واٹ کی عمر ۲۹ سال تھی۔ واٹ نے انجن کی مرمت تو کر دی، لیکن اُسے خیال پیدا ہوا کہ ٹامس والے انجن میں ایک بڑی خرابی یہ ہے کہ بھاپ کا زیادہ حصّہ بے کار ضائع ہو جاتا ہے۔ کئی برس تک وہ اسی دُھن میں لگا رہا کہ اس خرابی کو کیوں کر دُور کیا جائے۔ آخر ۱۷۶۹ء میں اُس نے ایک انجن بنایا جو ٹامس کے انجن سے بہت زیادہ کام یاب رہا۔ مضبوط بھی تھا اور بہت سی بھاپ بھی ضائع نہ جاتی تھی۔ واٹ کا انجن بھی کان سے پانی نکالنے کے کام میں آتا تھا اور وہ متحرک نہ تھا۔ اس کے بعد ولیم مُرڈاک (WILLIAM MURDOCK) نے جو گیس کا موجد ہے۔ ایک ایسا انجن تیار کیا، جو پہیّوں پر چلتا تھا اور رچرڈ ٹریوی تھک نے اُسے اور ترقّی دی یہاں تک کہ وہ سڑک پر چلنے لگا۔ رچرڈ ۱۷۷۱ء میں پیدا ہوا اور ۱۸۳۳ء میں انتقال کیا۔ اُس کا انجن ۱۸۰۱ء میں تیار ہوا تھا۔

جن دِنوں رچرڈ ٹریوی تھک کا انجن تیار ہوا۔ جارج اسٹیفنسن کی عمر ۱۹ سال تھی اور اس وقت اُسے ۱۲ شلنگ فی ہفتہ تنخواہ ملتی تھی، لیکن بے چارہ تھا ابھی تک جاہل۔ آخر اُس نے ارادہ کر لیا کہ جس طرح مجھ سے ہو سکے گا پڑھنا لکھنا سیکھوں گا۔ چناں چہ صبح سے شام تک وہ انجن پر کام کرتا اور رات کو ایک مدرسے میں جا کر سبق پڑھتا۔ آدمی تھا ذہین اور محنتی۔ تھوڑی ہی مدّت میں اچھا خاصا پڑھ گیا۔ جب اس قابل ہو گیا کہ عبارت اچھی طرح سمجھ میں آ جائے تو اس نے بھاپ اور اس سے کام لینے کے متعلق کتابیں پڑھنا شروع کیں۔ اس کا سارا وقت اسی میں صرف ہوتا۔ دن بھر انجن میں لگا رہتا۔ رات کو کتابوں سے سر مارتا اور ان

دونوں کاموں سے جو تھوڑا بہت وقت ملتا وہ جوتے گانٹھنے میں صرف کرتا۔ جوتے اُس نے اس لیے گانٹھنے شروع کیے تھے کہ آمدنی میں کچھ اضافہ ہو جائے۔ رفتہ رفتہ اس نے شادی کرلی اور ایک چھوٹا سا مکان لے لیا۔ خدا نے ایک بچّہ بھی دے دیا، لیکن کچھ عرصے بعد ہی، اس کی بیوی کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد وہ اسکاٹ لینڈ میں چلا گیا اور ماؤنٹ روز تک سارا راستہ پیدل طے کیا۔ بچّے کو ساتھ نہ لے گیا تھا۔ اسکاٹ لینڈ میں جی نہ لگا۔ آخر پھر وہ واپس آیا اور جانتے ہو واپس کس طرح آیا؟ وہ شخص جس نے نسلِ انسانی کے لیے ریلوے جیسی مفید سواری ایجاد کی، اسکاٹ لینڈ سے انگلستان تک پیادہ پا گیا اور آیا۔

اسکاٹ لینڈ سے واپس آکر اس نے کیلنگ ورتھ (KILLINGWORTH) کی کان میں ملازمت کرلی۔ اس کان میں جس انجن سے کام لیا جا رہا تھا وہ بہت معمولی تھا اور ایک سال تک کام لینے کے بعد بھی کان پانی سے بھری ہوئی تھی۔ یہ دیکھ کر اسٹفنسن نے کہا کہ میں ایک ہفتے میں اس کان کو خشک کر سکتا ہوں۔ کان کے مہتمم اور کارکن اس کی بات پر ہنس پڑے۔ انھوں نے سوچا کہ اچھے اچھے کار کردہ اور تجربے کار آدمی جو کام نہ کر سکے وہ بھلا اس سے کیوں کر ہو سکے گا، مگر جب اس نے زیادہ زور دیا تو انھوں نے اجازت دے دی۔ اسٹفنسن نے انجن کے سارے کل پُرزے علاحدہ کر دیے اور دو ایک پُرزے بدل کر انجن کو دوبارہ تیار کیا۔ صرف دو روز میں سارا پانی کھینچ ڈالا۔ جارج اسٹفنسن کے اس کارنامے سے کان کے منتظم بہت خوش ہوئے اور انھوں نے اُسے پندرہ سو رُپے سالانہ پر کان کا چیف انجینیر مقرر کر دیا۔

اس کے بعد جارج نے پانچ انجن اور بنائے، جن میں سے ہر ایک ۴۴ من وزن کھینچ سکتا تھا۔ اب اس کی شہرت ہو چلی۔ اسی دوران میں ایک شخص ایڈورڈ پیز (EDWARD PEASE) نامی نے ارادہ کیا کہ اسٹاکٹن (STOCKTON) سے ڈارلنگٹن (DARLINGTON) تک ریل کی سڑک بنائی جائے۔ اس نے سوچا یہ تھا کہ اس سڑک پر ریل گاڑی کو گھوڑوں کی مدد سے چلایا جائے گا، لیکن اسٹفنسن نے اسے رائے دی کہ انجن سے کام لیا جائے اور یہ بھی کہا کہ میں آپ کے لیے انجن تیار کر دوں گا۔ مسٹر پیز نے اس کی تجویز منظور کرلی۔ اب جارج نے کان کی ملازمت ترک کر دی اور انجن سازی کا ایک کارخانہ کھول لیا۔ اسی کارخانے میں ریل گاڑی چلانے کے

یہ پہلا انجن ۲۷ ستمبر ۱۸۲۵ء کو تیار ہوا۔ ہزاروں آدمی اسٹاکٹن میں ریل کی روانگی کا تماشا دیکھنے کے لیے جمع ہو گئے، لیکن کام یابی کی امید کسی کو نہ تھی۔ سب جارج کو دیوانہ اور اس کے انجن کو ایک سعیِ رائگاں تصور کرتے تھے۔ اس ریل میں سات درجے تھے۔ چھے میں کوئلہ اور آٹا لادا گیا اور ایک میں مسافر سوار ہوئے۔ گاڑی روانہ ہوئی۔ بچوں نے شور مچایا، تماشائی ہنسے۔ جارج خود انجن چلا رہا تھا۔ ایک شخص انجن کے آگے گھوڑے پر سوار تھا اور ایک بڑا سا جھنڈا ہلاتا جاتا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ ریل اس سے آگے نہ نکل سکے گی، لیکن تھوڑی دُور چلنے کے بعد جارج نے اُسے سامنے سے ہٹا دیا اور انجن کو پندرہ میل فی گھنٹے کے حساب سے چلانا شروع کیا، حال آنکہ وزن کسی طرح نوّے ٹن سے کم نہ تھا۔ آخر گاڑی بلا کسی حادثے کے ڈارلنگٹن پہنچ گئی۔ کوئلہ اُتار دیا گیا اور صرف مسافروں کو لے کر گاڑی اسٹاکٹن کو واپس ہوئی۔ وہاں پہنچ کر معلوم ہوا چھے سو آدمی ریل میں سوار ہو کر آئے تھے۔

تاریخِ عالم میں یہ پہلا موقع تھا کہ ایک دُخانی انجن مسافروں سے بھری ہوئی ریل کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے گیا۔ اس کے بعد حسبِ توقع اسٹفنسن کا نام آسمانِ شہرت پر آفتاب بن کر جلوہ نما ہوا۔ ہر گھر میں اسی کا چرچا تھا۔ ہر زبان پر اسی کا نام تھا، لیکن ابھی تک انجن کا ڈر لوگوں کے دلوں سے نہیں نکلا تھا، چناں چہ اُنھی دنوں تجارت میں سہولت پیدا کرنے کے لیے مانچسٹر (MANCHESTER) اور لیورپول (LIVERPOOL) کے درمیان ریلوے بنانے کی تجویز ہوئی۔ اس تجویز کو عملی جامہ پہنانے کے لیے پارلیمنٹ کی منظوری ضروری تھی۔

پارلیمنٹ میں جب یہ مسئلہ پیش ہوا تو سخت مخالفت کی گئی۔ اراکینِ پارلیمنٹ نے کہا کہ انجن پھٹ جائیں گے اور گاڑیاں اور مسافروں کو تباہ کر دیں گے اور اگر یہ بھی نہ ہوا تو آس پاس کی آبادیوں اور کھیتوں کا ستیاناس ہو جائے گا اور ان کا دھواں ہوا کو مسموم کر دے گا اور مویشی اور انسان زندہ نہ رہ سکیں گے اور پرندے جب ریل کے اوپر سے اُڑتے ہوئے گزریں گے تو مر مر کر گر جائیں گے، لیکن اس مخالفت کے باوجود پارلیمنٹ میں تجویز منظور ہو گئی۔ اس ریلوے کو کام یاب بنانے کے لیے کمپنی کے ڈائرکٹروں نے اشتہار دیا کہ جو شخص سب سے اچھا انجن بنائے گا اُسے پانچ سو پونڈ انعام دیا جائے گا۔ ایک مقررہ تاریخ پر انجنوں کا امتحان ہوا۔ جارج نے بھی اپنے بیٹے کی مدد سے ایک انجن تیار کیا تھا۔ دوسرے

لوگوں کے انجن یا تو راہ میں ٹوٹ گئے یا زیادہ تیز نہ چل سکے، لیکن جارج کا انجن سب سے بہتر رہا۔ وہ ۱۳ ٹن وزن لے کر ۲۹ میل فی گھنٹے کی رفتار سے چلا، چناں چہ یہ انعام جارج کو ملا۔ اس کے بعد سے جارج اسٹفنسن کی شہرت برابر بڑھتی رہی اور انگلستان کے ہر حصّے میں اس کے بنائے ہوئے انجن چلنے لگے۔ امیروں نے اس سے مشورے کیے، غیر ممالک کے بادشاہوں نے اُسے دعوتیں دیں اور ہر ریلوے لائن پر اُسے بغیر ٹکٹ سفر کرنے کا اختیار دیا گیا۔

۱۸۴۸ء میں اسٹفنسن دُنیا سے رخصت ہوا۔ اُس نے ثابت کر دیا کہ محنت اور استقلال سے انسان کیا کیا کارہائے نمایاں انجام دے سکتا ہے۔ وہ ایک معمولی مزدور کی حیثیت سے ترقی کر کے ملک کے معزز ترین افراد کی صفِ اوّل میں آ گیا۔ غُربت اور تہی دستی کی پستی سے دولت اور ثروت کی بلندی پر پہنچا اور یہ سب کچھ استقلال کے ساتھ محنت کا نتیجہ تھا اور یہی چیز کام یابی کا راز ہے۔

## تاریخ کے دریچے سے

ایک شخص سر پر پٹی باندھے ہوئے رابعہ بصری ؒ کے پاس آیا۔ رابعہ ؒ نے اس سے پوچھا،

"یہ پٹی کس لئے باندھی ہے؟"

نووارد: "کل رات سے میرے سر میں درد ہے۔"

رابعہ ؒ: "تمہاری عمر کیا ہے؟"

نووارد: "تیس برس۔"

رابعہ ؒ: "کیا عمر کا زیادہ حصہ تم نے ایسی ہی تکلیف میں بسر کیا ہے؟"

نووارد: "نہیں۔"

رابعہ ؒ: "تمہیں اللہ تعالیٰ نے تیس برس تک تندرست اور چاق و چوبند رکھا تو تم نے ایک دن بھی شکرانے کی پٹی نہ باندھی اور اب صرف ایک رات تمہارے سر میں درد ہوا تو شکایت کی پٹی باندھے پھرتے ہو۔"

# بامقصد موت

فرحات خاں

موسم خوش گوار تھا۔ ہر طرف سنہری دھوپ چمک رہی تھی اور جنگل کے اونچے لمبے درختوں کے پتّوں سے چھن چھن کر آتی ہوئی دھوپ بہت اچھی لگ رہی تھی۔ وہ سب گھڑ سوار نہایت بے چین نظر آرہے تھے اور ان سے زیادہ بے چین ان کے شکاری کتّے تھے جنھوں نے بھونک بھونک آسمان سر پر اٹھا رکھا تھا۔ ان کی دہشت سے جنگل کا ہر جانور خوف زدہ تھا۔ وہ کل دس تربیت یافتہ شکاری کتّے تھے جنھیں آج جنگل میں لایا گیا تھا۔ یہاں ان سب کو خرگوشوں کا شکار کرنا تھا۔ ننھے' سفید اور معصوم خرگوشوں کا شکار کرنے میں ان کتّوں کو بڑا مزہ آتا تھا اور پھر انعام بھی تو خوب زبردست ملتا تھا' یعنی ایک عدد گوشت کا ٹکڑا جو چربی سے پاک ہوتا تھا۔ اس کے لیے وہ کتّے اپنی جان تک قربان کرسکتے تھے۔

"اس مرتبہ تو میں خرگوشوں کی پوری فوج پکڑ کر لاؤں گا۔" شکاری کتا موتی بھونک کر بولا۔ وہ بہت مضبوط اور اونچا تھا۔ اس کے جبڑے چوڑے اور نتھنے ہمیشہ پھولے رہتے تھے۔

"ہمیں بھی کچھ کم نہ سمجھو موتی!" چھوٹے قد اور بغیر دم والے کتے ٹام نے کہا۔ پھر وہ راجو سے مخاطب ہو کر بولا: "تمہارا کیا خیال ہے؟"

"تم نے صحیح کہا' ہمارا کام ہی شکار کرنا ہے۔" راجو نے اس کی ہاں میں ہاں ملائی۔ وہ اعلا نسل کا خوں خوار کتا تھا جو انتہائی فرض شناس اور پھرتیلا تھا۔

اسی لمحے کتوں کی رسیاں کھول دی گئیں اور وہ سب ایک طرف بھاگ کھڑے ہوئے۔ ان میں سے ہر ایک کی ناک خرگوش کی بو تلاش کر رہی تھی۔ راجو نے محسوس کیا کہ جنگل کے ایک طرف سے خرگوش کی بو آ رہی ہے۔ وہ اسی طرف دوڑ پڑا۔ راجو سے پہلے موتی بھی ادھر ہی جا چکا تھا۔ تمام کتے راجو اور موتی کے پیچھے ہو لیے۔ وہ پوری طاقت سے دوڑ رہے تھے اور مسلسل بھونک رہے تھے۔ وہ جدھر سے بھی گزرتے جنگل کی گلہریاں' ہرن اور دوسرے جانور خوف کے مارے کونے کھدروں میں گھس جاتے' پرندے اڑنے لگتے۔ وہ سب ٹہنیوں کو توڑتے پتوں کو روندتے بڑھے چلے جا رہے تھے۔ ان کے پیچھے ان کے آقا' گھوڑوں پر سوار چلے آ رہے تھے۔ کچھ دور جا کر وہ مختلف سمتوں میں بٹ گئے۔ ہر ایک کی یہی خواہش تھی کہ شکار اُسی کے ہاتھ لگے۔

راجو شکار کی تلاش میں کافی دور تک آ گیا۔ اب چاروں طرف گھنی جھاڑیاں تھیں اور آگے نالا بہ رہا تھا۔ اچانک راجو کی نظر ایک خرگوشنی پر پڑی۔ وہ اپنے دو بچوں کے ساتھ نالے کے کنارے پانی پی رہی تھی۔ راجو ایک ہی چھلانگ میں ان تینوں کے سامنے پہنچ گیا۔ تینوں اسے دیکھ کر اچھل پڑے۔ پھر فوراً ہی خرگوشنی نے اپنے بچوں کو اٹھایا اور ایک طرف بھاگ کھڑی ہوئی۔ راجو ان کے پیچھے لگ گیا' یہاں تک کہ بھاگتے بھاگتے سامنے گہرا کھڈ آ گیا۔ اب سامنے گہرا کھڈ تھا اور پیچھے راجو۔ بچنے کی کوئی امید نہ تھی۔

"بھاگو اور بھاگو!" راجو غصے سے بھونکا۔

"دیکھو' مجھ پر نہیں تو میرے بچوں پر ہی رحم کرو۔" خرگوشنی ڈرتے ڈرتے بولی۔ وہ تینوں خوف سے تھر تھر کانپ رہے تھے۔

"رحم! یہ رحم کیا ہوتا ہے؟" راجو نے حیرت سے پوچھا۔ اس نے لفظ "رحم" زندگی میں پہلی بار سنا تھا۔

"میرا مطلب ہے تم ہمیں چھوڑ دو۔" خرگوشنی نے ڈرتے ڈرتے کہا۔ راجو نے ایک زور دار قہقہہ لگایا اور بولا:

"تاکہ میں انعام سے محروم ہو جاؤں اور میری جگہ وہ منحوس موتی انعام لے جائے!"

"اماں! کیا یہ ہمیں کھا جائے گا۔" اچانک خرگوشنی کے ایک بچے نے اپنی ماں سے پوچھا۔

"نہیں نہیں، میں تم تینوں کو صرف ماروں گا، بس تھوڑی سی تکلیف ہوگی اور پھر سب ٹھیک ہو جائے گا۔" راجو اطمینان سے بولا۔

خرگوشنی نے کہا: "تم میرا شکار کر لو، مگر میرے بچوں کو چھوڑ دو۔"

شکاری کتا راجو حیرت سے بولا: "میں تو سمجھا تھا کہ تم یہ کہنے والی ہو کہ بچوں کو لے جاؤ، مگر مجھے چھوڑ دو۔ مگر تم..."

"میں تمہاری طرح خود غرض نہیں ہوں۔" خرگوشنی نے جواب دیا۔

"خود غرض! یہ کیا ہوتا ہے؟" راجو پھر حیران ہوا۔

خرگوشنی بولی: "یہ بہت بری چیز ہے۔ جیسے تم کو اپنے ایک وقت کے گوشت کے لیے تین جانوں کی پروا نہیں ہے، یہی تو خود غرضی ہے۔ حال آنکہ تمھیں ایک وقت کا گوشت نہ ملے تو تم بھوکے نہیں مر جاؤ گے۔"

شکاری کتا کچھ سوچنے لگا، مگر یہ بات اس کے موٹے دماغ میں نہیں آئی۔

"میری تم سے درخواست ہے کہ ان معصوموں کو چھوڑ دو۔" خرگوشنی نے التجا کی۔

شکاری کتا راجو بولا: "ایک شرط پر۔"

"کیسی شرط؟" خرگوشنی نے پوچھا۔

"تم اس کے بدلے میں مجھے جنگل کے تمام خرگوشوں کے ٹھکانے بتا دو۔ اگر تم نے ایسا کیا تو میں تمھیں بھی چھوڑ دوں گا۔" شکاری کتا زمین پر بیٹھتے ہوئے بولا۔

"ناممکن!" خرگوشنی نے سختی سے جواب دیا۔

"کیا مطلب؟" راجو حیران ہوا۔

خرگوشنی بولی: "ہماری سلامتی کا راز ہمارے اتحاد میں ہے۔ ہم دوسروں کے لیے جیتے ہیں اور دوسروں کے لیے جان بھی دے سکتے ہیں۔"

"سوچ لو۔ اگر میں تمھاری جگہ ہوتا تو یہ بے وقوفی ہرگز نہ کرتا۔" راجو نے جواب دیا۔ پہلی بار وہ خرگوشنی سے متاثر نظر آ رہا تھا۔

"یہ میرا آخری فیصلہ ہے۔" خرگوشنی نے جواب دیا۔

"میرے خیال میں یہ خودکشی ہے۔" راجو نے سچائی سے کہا۔

"یہ بات تم نہیں سمجھ سکتے۔ تمھارا کام صرف شکار کرنا ہے۔ تم اپنا کام کرو۔ میرا کام اپنی قوم کی حفاظت کرنا ہے۔ اس کے لیے میری جان کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔"

خرگوشنی کی بات شکاری کتے کی سمجھ میں نہیں آئی، مگر وہ اس کے معصوم بچوں کو دیکھ رہا تھا جو اب ذرا بھی خوف زدہ نہیں تھے۔ اسے خرگوشنی اور اس کے بچوں میں معصومیت نظر آئی۔ راجو نے فیصلہ کر لیا کہ وہ انھیں چھوڑ دے گا۔ پہلی بار وہ اپنے دل میں رحم محسوس کر رہا تھا۔ اسی لمحے راجو کے پیچھے سے آواز آئی:

"بہت تگڑا مال پکڑا ہے راجو بیٹے!"

راجو نے مڑ کر دیکھا۔ وہ موتی تھا۔ خرگوشوں کو دیکھ کر اس کی رال ٹپک رہی تھی۔ وہ بولا:
"کیا خیال ہے؟ آدھا آدھا کر لیا جائے؟"
"نہیں موتی! میں انھیں چھوڑ رہا ہوں۔" راجو نے جواب دیا۔
"پاگل مت بنو۔" موتی بھونکا۔
"میں صحیح کہہ رہا ہوں۔ انھیں کوئی کتّا نہیں پکڑ سکتا۔" راجو نے اعتماد سے کہا۔
"اچھا! ابھی لو۔" موتی نے کہا اور سہمے ہوئے خرگوشوں پر چھلانگ لگائی، مگر راجو نے اسے بیچ میں ہی پکڑ لیا اور دونوں کتوں کے درمیان زبردست لڑائی شروع ہو گئی۔ وہ غراتے ہوئے زمین پر لوٹ رہے تھے اور دانتوں سے ایک دوسرے کو ادھیڑ رہے تھے۔ کچھ ہی دیر میں دونوں لہولہان ہو گئے۔ موتی، راجو سے کہیں زیادہ طاقت ور تھا۔ راجو کی طاقت آہستہ آہستہ ختم ہو رہی تھی۔ وہ پوری طاقت سے چلایا:
"تم بھاگ جاؤ خرگوشنی! اپنے بچوں کو بھی لے جاؤ، جلدی کرو۔" خرگوشنی ٹھٹکی، مگر پھر نہ چاہتے ہوئے بھی بھاگ کھڑی ہوئی۔ اسی لمحے گھڑ سوار وہاں پہنچ گئے۔ انھوں نے دونوں کتّوں کو

الگ کیا۔ ایک گھڑسوار دونوں کتوں کو دیکھنے لگا۔ موتی کی حالت بہتر تھی جب کہ راجو شدید زخمی تھا۔ اس کی ایک ٹانگ بھی ٹوٹ چکی تھی۔ گھڑسوار راجو کی طرف دیکھتے ہوئے اپنے ساتھی سے بولا:

"یہ لنگڑا کتا اب ہمارے کسی کام کا نہیں رہا۔ اسے گولی مار دو۔" راجو نے رحم طلب نظروں سے اپنے آقا کی طرف دیکھا، مگر اس کے چہرے پر سختی تھی۔ پھر جنگل میں گولی کی آواز دور دور تک گونج گئی۔ کچھ ہی دیر میں راجو زمین پر مردہ پڑا تھا، مگر اس کی بے جان آنکھوں میں اطمینان تھا جیسے زندگی کی سب سے بڑی خواہش پوری ہو جانے پر مطمئن ہو۔

اس رات تمام خرگوش جنگل میں جمع ہوئے اور انھوں نے آسمان کی طرف دیکھا۔ انھیں ایسا لگا جیسے شکاری کتا راجو انھیں دیکھ رہا ہے اور کہہ رہا ہے:

"میری بے مقصد زندگی کو بامقصد موت عطا کرنے کا شکریہ۔"

## لنکن کا جواب

امریکا کی جنگ آزادی کا زمانہ تھا۔ امریکی صدر ابراہام لنکن اپنے دشمنوں کے ساتھ نرمی اور ہمدردی کے ساتھ گفت گو کر رہے تھے۔ اس صورت حال پر ایک امریکی خاتون بہت جز بز ہوئیں۔ انھوں نے تقریباً چیختے ہوئے لنکن سے کہا:

"آپ دشمنوں کے ساتھ اتنی نرمی سے کیوں پیش آرہے ہیں؟ آپ کو تو ان کا خاتمہ کر دینا چاہیے۔"

لنکن نے مسکرا کر جواب دیا: "بھولی لڑکی، تم نے غور نہیں کیا، میں اپنے دشمنوں کا خاتمہ نہیں کرتا بلکہ انھیں دوست بنا لیتا ہوں۔"

# مغرور لومڑی

ڈاکٹر جمیل جالبی

ایک بلّی آبادی سے دُور ایک جنگل میں رہتی تھی۔ وہیں پاس ہی ایک لومڑی بھی رہتی تھی۔ آتے جاتے اکثر اُن کی ملاقات ایک دوسرے سے ہوجاتی۔

ایک دن جب سورج چمک رہا تھا اور خوب دھوپ نکلی ہوئی تھی۔ ایک گھنے پیڑ کے نیچے ان دونوں کی ملاقات ہوئی۔ خاصی دیر دونوں ایک دوسرے سے باتیں کرتی رہیں۔

لومڑی نے کہا : "اے بی بلّی ! اگر دنیا میں سو طرح کی آفتیں آجائیں یا کوئی مجھ پر حملہ

مکر دے تو مجھے کوئی فکر نہیں۔ مجھے ہزاروں گر اور ترکیبیں یاد ہیں۔ میں ان سب مصیبتوں سے بچ کر نکل جاؤں گی، لیکن خدانخواستہ تو اگر کسی آفت سے دوچار ہو تو کیا کرے گی؟"

بلی بولی : "اے بُوا ! مجھے تو ایک ہی گُر اور ایک ہی ترکیب یاد ہے۔ اگر اُس سے چوک جاؤں تو ہرگز میری جان نہ بچے اور میں ماری جاؤں۔"

یہ سن کر لومڑی کو بلی پر بہت ترس آیا۔ کہنے لگی : "اے بی ! مجھے تیری حالت پر بہت رحم آتا ہے۔ میرا جی تو یہ چاہتا ہے کہ ان ترکیبوں میں سے دو چار تجھے بھی بتاؤں، لیکن بہن ! زمانہ بہت خراب آگیا ہے۔ کسی پر بھروسا نہیں کیا جاسکتا۔"

ابھی وہ دونوں یہ باتیں کر ہی رہی تھیں کہ بہت قریب سے کُتّوں اور شِکاریوں کی آوازیں سنائی دیں۔ آوازیں سُن کر وہ دونوں گھبرا گئیں۔ بلّی نے یہ خطرہ دیکھ کر آؤ دیکھا نہ تاؤ اپنی پُرانی ترکیب پر عمل کیا اور جھٹ سے پیڑ پر چڑھ کر اونچی ڈالیوں میں چھپ کر بیٹھ رہی۔ اِس دوران میں کتے اتنے قریب آگئے کہ لومڑی اپنی کسی ترکیب پر عمل نہ کر سکی۔

ذرا سی دیر میں کُتّوں نے لومڑی کو دبوچ لیا اور اُس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے۔

# ثابت قدمی

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ﴿﴾ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

## تفسیر

صبر نام ہے راہِ حق میں ثابت قدم رہنے کا۔ باغِ عالم میں اگر کامیابی کے پھول چُننا چاہتے ہو تو اس کے کانٹوں کی پروا نہ کرو جس راہ میں جتنے ہی کانٹے ہوں، اسی قدر اس کی منزل کو اللہ پھولوں سے آراستہ کرتا ہے۔ یقین کرو جو راہِ حق پر ہوگا اُس کو کتنی ہی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑے، مگر جیت اُسی کی ہوگی اس لیے کہ خود اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہے۔ حضورؐ نے فرمایا ہے کہ "جب اللہ کسی کے ساتھ کچھ کرنا چاہتا ہے تو اس کو مصیبتوں سے آزماتا ہے۔"

# بدلہ

خلیق انجم اشرفی

جاڑے کے دن تھے اور رات کا وقت۔ ہم لوگ لحافوں میں سکڑے سمٹے پڑے تھے۔ اسٹوو پر چلے کا پانی سنسنا رہا تھا اور رعنا اباجان سے کہانی سنانے کی ضد کر رہی تھی۔

آخر اباجان کو اس کی ضد کے آگے ہار ماننی ہی پڑی۔ گرم گرم چائے کے گھونٹ بھرتے ہوئے انھوں نے کہنا شروع کیا:

"اچھا تو لو بیٹی، آج ایک سچی کہانی سنو، بالکل آنکھوں دیکھی۔"

اتنا سُن کر ہم لوگوں کا اشتیاق بڑھ گیا اور ہم سب پوری طرح اباجان کی طرف متوجہ ہو گئے۔ وہ تھوڑی دیر رُک کر کہنے لگے:

"جیسا کہ تم لوگوں کو اچھی طرح معلوم ہے، میں بھی دوسری جنگِ عظیم میں شرکت کر چکا ہوں۔ اُن دنوں ہماری فوج مصر میں پڑاؤ ڈالے ہوئے تھی۔ ایک دن جرمن سپاہیوں سے مقابلے میں زخمی ہونے کے بعد مجھے مصر کے فوجی ہسپتال میں داخل کرا دیا گیا۔ ان دنوں فوجی ہسپتال زخمیوں اور بیماروں سے بھرے رہتے تھے۔ میں جس کمرے میں تھا اُس میں میرے علاوہ تین مریض اور بھی تھے۔ میرے بستر کے پاس ہی ایک انگریز فوجی افسر البرٹ کا بستر تھا اسے دمے کا مرض تھا۔ دمے کی اس تکلیف کی وجہ سے اور کچھ اپنی سخت مزاجی کی وجہ سے وہ بہت چڑچڑا ہو گیا تھا۔ ہماری تیمار دار ایک ہنس مکھ نرس جوزیفائن تھی۔ غصّے میں تو اُسے کبھی دیکھا ہی نہیں۔ ہر وقت فرشتوں جیسی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر کھیلتی رہتی۔ وہ صرف اپنی ڈیوٹی ہی پوری نہیں کرتی تھی بلکہ مریضوں کو لطیفے اور دل چسپ واقعات سُنا کر ان کے مرض کی تکلیف اور دُکھ کے احساس کو بھی کم کرنے کی کوشش کرتی۔ تمام مریض اس سے بے حد خوش تھے۔ ناخوش تھا تو وہ فوجی افسر البرٹ جو ہر ایک سے غصّے میں چیخ کر بات کرنے کا عادی ہو چکا تھا۔ وہ بات بات پر جوزیفائن کو جھڑک دیا کرتا، مگر اس خوش اخلاق نرس کے ماتھے پر بل نہ آتا وہ اس کی اور خدمت کرتی، کیوں کہ وہ اس کے چڑچڑے پن کی وجہ سے واقف تھی۔ میرا زخم بہت معمولی تھا۔ میں جلد ہی اچھا ہو گیا۔ جس دن مجھے چھٹی ملنی تھی جوزیفائن صبح سے مزدوری خانہ پُری میں معروف تھی۔ البرٹ نے اسے دو دفعہ پکارا، مگر وہ اپنے کام میں اتنی کھوئی ہوئی تھی کہ اس کی بات نہ سُن سکی۔ یہ دیکھ کر البرٹ جھنجھلا گیا اور چیخ کر بولا "بہری ہو گئی ہے کیا؟"

جوزیفائن چونک کر مڑی اور پھر جلدی سے دوڑ کر البرٹ کے پاس پہنچی اور بڑی نرمی سے پوچھا "کیا چاہیے مسٹر البرٹ؟"

"ہوں کیا چاہیے!" البرٹ غصّے میں اسی کے الفاظ دہراتا ہوا بولا "اتنی دیر سے چیخ رہا ہوں اور تو ہے کہ سنتی ہی نہیں۔" نرس کو اس کی اس بدتمیزی پر بھی غصّہ نہ آیا، مسکرا کر بولی:

"اوہ مسٹر البرٹ! میں ذرا کام کر رہی تھی۔"

اس کی مسکراہٹ پر البرٹ بھڑک اُٹھا اور اچانک نیچے رکھا ہوا شیشے کا اُگل دان اُٹھا کر اس کے منہ پر دے مارا۔

"بے چاری نرس۔" رعنا بولی۔

"کبھی بولو مت اس طرح کہانی کا مزہ کرکرا ہو جاتا ہے۔" میں نے اسے منع کیا اور ابّاجان کی طرف متوجہ ہو کر بولا "پھر کیا ہوا؟"

"پھر جیسے رعنا نے کہا، بے چاری نرس کا سارا چہرہ خون اور تھوک سے تر ہو گیا۔ شیشے کے لگنے سے پیشانی پر بڑا سا زخم ہو گیا اور اس سے خون بہ بہ کر اُس کے چہرے کو بھگونے لگا۔ یہ واقعہ کچھ ایسے اچانک پیش آیا کہ میں کچھ نہ کر سکا۔ یہ دیکھ کر میں نے سوچا کہ اب یا تو جوزیفائن البرٹ کو غصّے میں کچھ کھینچ مارے گی ورنہ ڈاکٹر سے شکایت کر کے اس کو کچھ سزا تو ضرور دلوائے گی، مگر اس وقت میری حیرت کی کچھ انتہا نہ رہی جب میں نے دیکھا کہ جوزیفائن کے چہرے پر ایک شکن نمودار ہونے کے بعد پھر وہی فرشتوں جیسی مسکراہٹ آ گئی اور وہ مسکرا کر بولی "ارے مسٹر البرٹ! آپ تو خفا ہو گئے۔ چلیے زیادہ غصّہ نہ کیجیے ورنہ آپ کو پھر کھانسی کا دورہ پڑ جائے گا۔"

یہ کہہ کر وہ مسکراتی ہوئی غالباً منہ دھونے اور زخم کی ڈریسنگ کرنے چلی گئی۔ میں دم بہ خود بستر پر بیٹھا جوزیفائن کے کردار کی بلندی پر غور کر رہا تھا اور البرٹ بالکل ہکّا بکّا سا چھت کو تکے جا رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد جب جوزیفائن سر پر سفید پٹی باندھے کمرے میں داخل ہوئی تو البرٹ اچانک بستر سے اُتر کر جوزیفائن کے قدموں پر گر پڑا اور رو کر کہنے لگا "سسٹر مجھے معاف کر دیں میں غصّے میں اندھا ہو گیا تھا۔ تم بہت بلند ہو سسٹر اور میں بہت بد تمیز آدمی ہوں۔ مجھے معاف کر دو سسٹر!"

جوزیفائن کے چہرے پر پھر وہی فرشتوں جیسی مسکراہٹ آ گئی جیسے وہ اپنی انسانیت اور انتقام کے بدلے معاف کر دینے پر نازاں ہو، جیسے وہ انسانیت کی اس جیت پر بہت خوش ہو۔ اس نے آہستگی سے البرٹ کو شانوں سے اُٹھا کر کھڑا کر دیا اور بڑے نرم لہجے میں بولی "میں نے تمھیں معاف کر دیا میرے بھائی!" یہ سُن کر البرٹ کے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ آ گئی اور میں اس منظر سے متاثر ہو کر کھڑکی سے پارک میں کھیلتے ہوئے معصوم بچّوں کو دیکھنے لگا جن کے چہروں پر فرشتوں جیسا بھولا پن تھا اور جن کے ہونٹوں پر جوزیفائن جیسی مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔"

اتنا کہہ کر ابّاجان نے ایک لمبی سانس لی اور دوسری طرف کروٹ بدل لی۔ ہم لحافوں میں دُبکے جوزیفائن کے کردار کی بلندی پر غور کر رہے تھے اور سوچ رہے تھے کہ ہمارے ساتھ ایسا واقعہ پیش آئے تو ہم کیا کریں گے؟ بدلہ لینا پسند کریں گے یا معاف کر دیں گے۔

"ارے منّے، تمہارا چھوٹا بھائی اتنی دیر سے کیوں رو رہا ہے؟"

"وہ بسکٹ کا پیکٹ مانگ رہا ہے۔ آپ کام کرتی رہیں، میں خالی کرکے ابھی دیتا ہوں۔"

"جناب، اپنے لڑکے کو سمجھائیں کہ وہ راہ گیروں پر پتھراؤ نہ کرے، وہ کئی مرتبہ مجھے مار چکا ہے لیکن میں ہمیشہ بچتا رہا۔"

"اگر آپ بچتے رہے ہیں تو پتھراؤ کرنے والا میرا لڑکا نہیں ہو سکتا۔ وہ کوئی اور ہوگا۔"
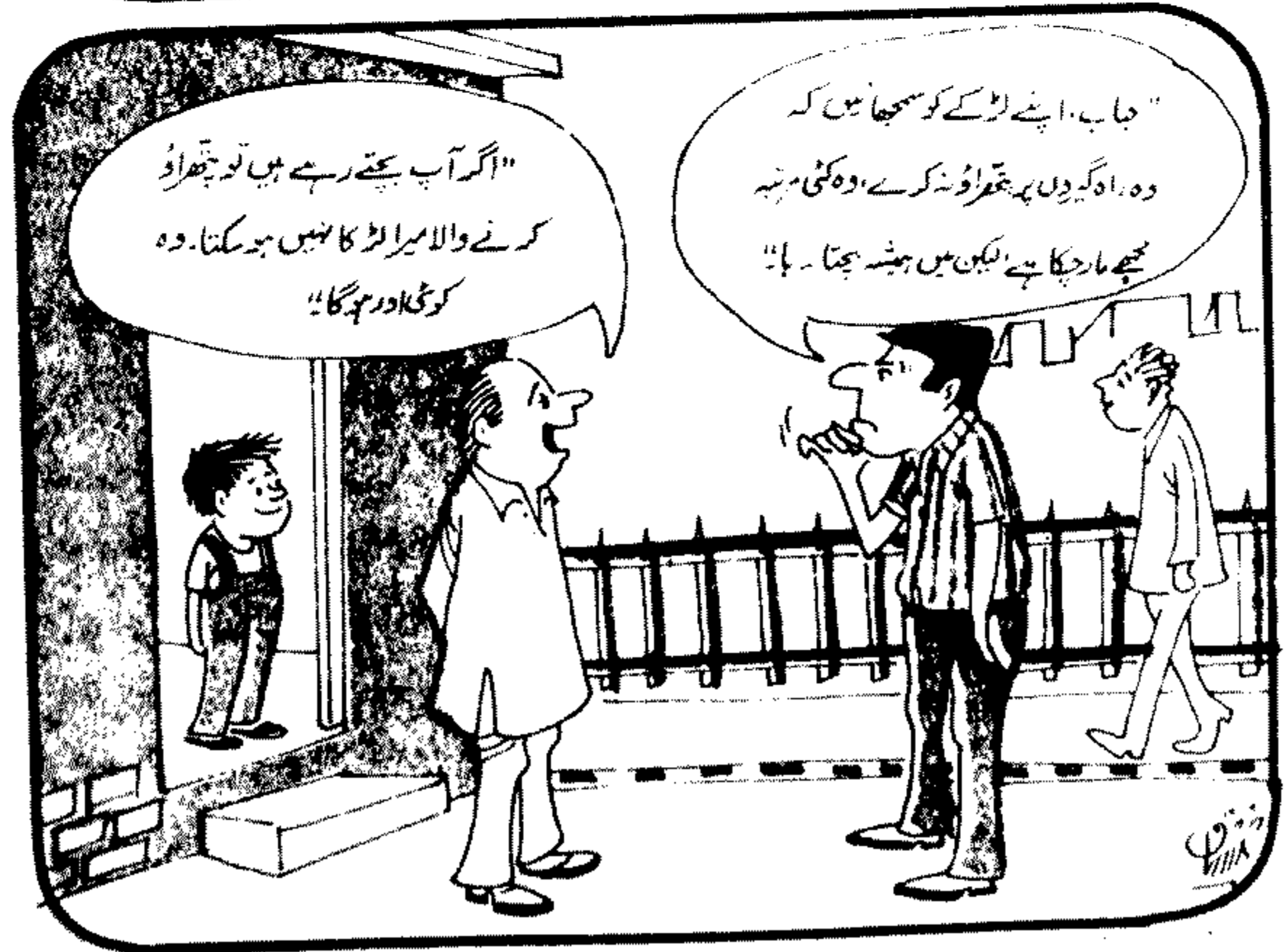
ڈاکٹر سید حامد حسین
۵- سلور لائن اپارٹمنٹس - اے سیکٹر - (بی - ڈی - اے)
کوہ فضا - بھوپال - ۴۶۲۰۰۱

# عقل کا امتحان

## (۶)

### (مقابلے کے امتحانات میں دئے جانے والے سوالات کے نمونے پر)

### وقت، تاریخ اور دن

مقابلے کے امتحانات میں بعض اوقات عقل کی پرکھ کے لیے ایسے سوالات بھی دئے جاتے ہیں جن کا تعلق وقت، تاریخ یا دنوں کے حساب سے بھی ہوتا ہے۔ جن سوالوں میں یہ پوچھا جائے کہ کس تاریخ کو کون سا دن ہوگا ان کو حل کرتے وقت دنوں کو ہفتوں کی شکل میں بدل لینا اچھا ہوتا ہے کیونکہ سات دن کا ایک ہفتہ پورا ہو جانے کے بعد پھر سے دنوں کے وہی نام دہرائے جاتے ہیں، جیسے اگر ہمیں یہ معلوم کرنا ہے کہ پہلی جنوری بدھ کو تھی تو پہلی فروری کس دن ہوگی تو ہمیں ۳۱ دن کے ہفتے بنانا ہوں گے۔ ۳۱ دن کے چار ہفتے اور ۳ دن ہوں اس کا مطلب یہ ہوگا کہ بدھ سے شروع ہونے والے پانچویں ہفتے کے تین دن بعد پہلی فروری ہوگی۔ یعنی بدھ، جمعرات اور جمعہ کے بعد سنیچر کو پہلی فروری آئے گی۔ اب اگر ہم یہ معلوم کرنا چاہیں کہ ۱۹۹۷ء میں پہلی مارچ کس دن ہوگی تو ظاہر ہے فروری ۱۹۹۷ء میں ۲۸ دن ہیں جن کے پورے پورے چار ہفتے بنتے ہیں۔ اس لیے جس روز پہلی فروری تھی اسی روز پہلی مارچ بھی ہوگی۔ پہلی فروری سنیچر کو ہے تو پہلی مارچ بھی سنیچر کو ہوگی۔

جہاں تک سالوں کی بات ہے تو ہم جانتے ہی ہیں کہ تین سال ایسے ہوتے ہیں جن میں ۳۶۵ دن گنے جاتے ہیں۔ ۳۶۵ دنوں کے ۵۲ ہفتے اور ایک دن ہوتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر نیا سال پچھلے سال کے پہلے دن سے آگے والے دن سے شروع ہوتا ہے یعنی ۱۹۹۷ء بدھ کے دن شروع ہوا تو ۱۹۹۸ء جمعرات کو اور ۱۹۹۹ء کو جمعہ کو شروع ہوگا لیکن جس سال ۳۶۶ دن ہوتے ہیں اس سال دو دن جوڑے جاتے ہیں۔

## سوالات

سوال نمبر ۱ : عقیل ہر روز صبح سوا نو بجے دفتر کے لیے روانہ ہوتا ہے اور نو بج کر ۵۵ منٹ پر دفتر پہنچتا ہے۔ بدھ کو وہ اس وقت سے پانچ منٹ بعد چلا جس پر وہ جمعہ کو روانہ ہوا۔ ہفتے کے پانچ دنوں میں سے تین دن وہ دفتر کے لیے دیر سے چلا۔ ان میں ایک دن جمعہ کا تھا۔ بتایئے کہ وہ عام رفتار سے چل کر کتنے دن دفتر صحیح وقت پر پہنچا۔

جواب نمبر ۱ : دو دن۔

حل : دفتر میں پانچ دن کام ہوتا ہے۔ عقیل تین دن دیر سے جاتا ہے یعنی دو دن صحیح وقت پر روانہ ہوتا ہے۔

سوال نمبر ۲ : امتحان لینے کے لیے پروفیسر خلیق آٹھ بج کر ۳۵ منٹ پر پہنچ گئے۔ امتحان دینے والا پہلا طالب علم ان کی آمد کے ۴۵ منٹ بعد آیا۔ لیکن اسے مقررہ وقت سے ۱۵ منٹ دیر ہوئی تھی۔ یہ بتایئے کہ پروفیسر خلیق امتحان کے لیے مقررہ وقت سے کتنی دیر پہلے آ گئے تھے۔

جواب نمبر ۲ : تیس منٹ۔

حل : پروفیسر خلیق ۸ بج کر ۳۵ منٹ پر آئے۔ طالب علم ۴۵ منٹ بعد یعنی ۹ بج کر ۲۰ منٹ پر آیا۔ امتحان اس سے ۱۵ منٹ پہلے شروع ہونا تھا یعنی امتحان کے شروع ہونے کا وقت ۹ بج کر ۵ منٹ تھا۔ پروفیسر خلیق اس سے تیس منٹ پہلے آئے تھے۔

سوال نمبر ۳ : ایک بس اڈے سے ہر چالیس منٹ میں ایک بس چنڈی گڑھ کے لیے روانہ ہوتی ہے۔ ایک مسافر جب بس اڈے پر پہنچتا ہے تو ٹکٹ بابو اسے بتاتا ہے کہ بس کو چھوٹے ہوئے دس منٹ ہو چکے ہیں اور اگلی بس پونے دس بجے ملے گی۔ بتایئے کہ ٹکٹ بابو نے یہ بات مسافر کو کس وقت بتائی۔

جواب نمبر ۳ : سوا نو بجے۔

حل : جب ٹکٹ بابو نے مسافر کو اطلاع دی اس وقت پچھلی بس کو چھوٹے دس منٹ ہو چکے تھے یعنی اگلی بس کے چھوٹنے میں تیس منٹ باقی تھے۔ اگلی بس کے چھوٹنے کا وقت پونے دس بجے تھا اس لیے ٹکٹ بابو نے آدھے گھنٹے پہلے یعنی سوا نو بجے مسافر کو اطلاع دی۔

سوال نمبر ۴ : کسی اسکول میں ایک بجے سے تین بج کر ۵۲ منٹ تک پڑھائی ہوتی ہے۔ اس درمیان پڑھائی کے چار پیریڈ ہوتے ہیں۔ ہر پیریڈ کے درمیان چار منٹ کا وقفہ ہوتا ہے۔ بتایئے کہ ہر پیریڈ کتنے منٹ کا ہوتا ہے۔

جواب نمبر ۴ : چالیس منٹ کا۔

حل : ایک بجے سے تین بج کر ۵۲ منٹ تک دو گھنٹے اور ۵۲ منٹ یعنی ۱۲۰+ ۵۲ = ۱۷۲ منٹ ہوئے۔ ہر پیریڈ کے درمیان چار منٹ کا وقفہ ہوتا ہے مگر چوتھے پیریڈ کے بعد پوری چھٹی ہو جاتی

ہے۔ اس طرح پڑھائی کے دوران صرف تین وقفے ہیں جن میں ۱۲ منٹ ہوئے۔ پڑھائی کا وقت ایک سو بہتر منٹ میں سے بارہ منٹ نکال کر ۱۶۰ منٹ ہے جس کے چار پیریڈ ہیں اور ہر پیریڈ چالیس منٹ کا ہُوا۔

سوال نمبر ۵ : کسی مہینے کی تیسری تاریخ کو جمعہ تھا تو اکیسویں تاریخ کے بعد چوتھا دن' ہفتے کا کون سا دن ہو گا۔

جواب نمبر ۵ : سنیچر۔

حل : ہمیں ۲۵ ویں تاریخ کا دن بتانا ہے۔ جب تیسری تاریخ کو جمعہ ہے تو ہر سات دن کے بعد کی تاریخ کو جمعہ ہو گا یعنی دس' سترہ اور چوبیس کو جمعہ ہو گا۔ اس لیے پچیسویں تاریخ کو سنیچر پڑے گا۔

سوال نمبر ۶ : ۱۹۸۸ء میں یوم آزادی بدھ کے دن منایا گیا۔ ۱۹۸۹ء میں یہ دن کون سے روز منایا گیا۔

جواب ۶ : جمعرات۔

حل : ۱۵ر اگست ۱۹۸۸ء سے ۱۴ اگست ۱۹۸۹ء تک ۳۶۵ دن ہوئے۔ ۳۶۵ کو سات سے تقسیم کریں تو ایک بچے گا۔ اس لحاظ سے ۱۵ر اگست ۱۹۸۹ء پچھلے سال کے یوم آزادی سے ایک دن آگے ہو گا۔ ۱۹۸۸ء میں یہ بدھ کو تھا۔ ۱۹۸۹ء میں جمعرات کو ہو گا۔

سوال نمبر ۷ : ۱۹۹۷ء میں یوم جمہوریہ اتوار کے دن ہے۔ بتایئے کہ ۱۹۵۰ء میں پہلا یوم جمہوریہ کون سے دن منایا گیا تھا۔

جواب نمبر ۷ : جمعرات کو۔

حل : ۱۹۵۰ء سے ۱۹۹۷ء تک ۴۷ سال ہوئے۔ کیونکہ ایک سال میں ایک دن کا فرق پڑتا ہے تو ۴۷ سالوں میں ۴۷ دن کا۔ ان میں بارہ سال ایسے بھی تھے جن میں ۳۶۶ دن تھے۔ اس لیے ۴۷+۱۲=۵۹ دن کا فرق پڑا۔ ۵۹ کو سات سے تقسیم کرنے پر تین بچیں گے۔ اس کا مطلب یہ ہُوا کہ ۱۹۵۰ء میں یوم جمہوریہ اتوار سے تین دن پیچھے یعنی جمعرات کو پڑا تھا۔

سوال نمبر ۸ : سلیم ۳ر مارچ ۱۹۸۰ء کو پیدا ہوا۔ خالد اس سے چار دن پہلے پیدا ہوا تھا۔ اگر اس سال یوم جمہوریہ سنیچر کو پڑا تھا تو خالد کی پیدائش کا دن کون سا تھا۔

جواب نمبر ۸ : جمعہ۔

حل : یہ یاد رکھنا ہو گا کہ ۱۹۸۰ء میں ۲۹ر فروری کی تاریخ بھی تھی اور خالد ۳ر مارچ سے چار دن پہلے ۲۹ر فروری کو پیدا ہوا تھا۔ ۲۶ر جنوری سے ۲۹ر فروری تک ۳۵ دن ہوئے یعنی سات سے تقسیم کرنے پر پورا پورا تقسیم ہو جاتا ہے اور کچھ باقی نہیں بچتا۔ اس لیے ۲۹ر فروری کو سنیچر سے شروع ہونے والے ہفتے کا آخری دن یعنی جمعہ ہو گا۔

سوال نمبر ۹ : فیصل اپنے بھائی ظفر سے ۵۴۲ دن بڑا ہے اور اس کی بہن صفیہ' فیصل سے ۷۵

ہفتے بڑی ہے۔ اگر صفیہ کی پیدائش کا دن منگل تھا تو ظفر کس دن پیدا ہوا تھا۔

جواب نمبر ۹ : جمعرات۔

حل : ظفر اور صفیہ کی عمر میں فرق = (فیصل اور ظفر کی عمر کا فرق) + (صفیہ اور فیصل کی عمر کا فرق = ۵۶۲ دن + ۷۵ ہفتے یعنی ۵۶۲ + ۵۲۵ دن = ۱۰۸۷ دن۔ ۱۰۸۷ کو سات سے تقسیم کرنے سے دو باقی بچتا ہے۔ اس طرح منگل کے دو دن بعد جمعرات کو ظفر کا یوم پیدائش ہے۔

سوال نمبر ۱۰ : اظہر کی سالگرہ ۴ ستمبر کو' بدر کی سالگرہ ۸ر جولائی کو' پرویز کی سالگرہ ۲۸ر اکتوبر کو' توفیق کی سالگرہ ۷ر دسمبر کو اور ثاقب کی سالگرہ ۲۵ر دسمبر کو پڑتی ہے تو جواب میں دیے گئے وہ دو لڑکے کون سے ہیں جن کی سالگرہ ہفتے کے ایک ہی دن پڑتی ہے۔

جواب : اظہر اور پرویز۔ بدر اور توفیق۔ بدر اور پرویز۔ بدر اور ثاقب۔ پرویز اور ثاقب۔

صحیح جواب نمبر ۱۰۔ بدر اور پرویز

حل : (۱) سب سے پہلے بدر کی سالگرہ ۸ر جولائی کو پڑتی ہے۔ فرض کیجیے کہ کسی سال ۸ر جولائی کو جمعہ ہے۔

(۲) اظہر کی سالگرہ ۴ر ستمبر کو ہے جو بدر کی سالگرہ سے ۵۸ دن (جولائی کے ۲۳ دن + اگست کے ۳۱ + ستمبر کے ۴) بعد ہے۔ سات سے تقسیم کرنے کے بعد ۵۸ میں سے دو بچے اور بدر کی سالگرہ جو جمعہ کو تھی اس کے دو دن بعد یعنی اتوار کو اظہر کی سالگرہ ہوئی۔

(۳) پرویز کی سالگرہ ۲۸ر اکتوبر کو ہے جو اظہر کی سالگرہ سے ۵۴ دن (ستمبر کے ۲۶ + اکتوبر کے ۲۸) بعد ہے سات سے تقسیم کرنے کے بعد ۵ بچے اور اظہر کی سالگرہ جو اتوار کو تھی اس کے پانچ دن بعد جمعہ کو پرویز کی سالگرہ ہوئی۔

(۴) توفیق کی سالگرہ ۷ر دسمبر کو ہے۔ جو پرویز کی سالگرہ سے ۴۰ دن (اکتوبر کے ۳ + نومبر کے ۳۰ + دسمبر کے سات) بعد ہے۔ سات سے تقسیم کرنے کے بعد ۵ بچے۔ اور پرویز کی سالگرہ جو جمعہ کو تھی اس کے پانچ دن بعد یعنی بدھ کو توفیق کی سالگرہ ہوئی۔

(۵) ثاقب کی سالگرہ ۲۵ر دسمبر کو ہے جو توفیق کی سالگرہ سے ۱۸ دن بعد ہے۔ سات سے تقسیم کرنے کے بعد چار بچے اور توفیق کی سالگرہ جو بدھ کو تھی اس کے چوتھے دن یعنی اتوار کو ثاقب کی سالگرہ ہوئی۔

اس طرح پانچوں لڑکوں کی سالگرہ کے دن یہ ہوئے۔

(۱) بدر۔ جمعہ (۲) اظہر۔ اتوار (۳) پرویز۔ جمعہ (۴) توفیق۔ بدھ (۵) ثاقب اتوار۔

یعنی (۱) بدر اور پرویز کی جمعہ اور (۲) اظہر اور ثاقب کی اتوار کو سالگرہ پڑتی ہے لیکن کیونکہ جواب میں اظہر اور ثاقب کا جوڑا نہیں دیا گیا' اس لیے صحیح جواب بدر اور پرویز ہوگا۔

سوال نمبر ۱۱ : رقیہ کو یہ یاد ہے کہ اس کی ماں کی سالگرہ مارچ میں ۱۹ تاریخ کے بعد لیکن ۲۱ تاریخ

سے پہلے پڑتی ہے' جب کہ اس کے بھائی عثمان کا کہنا ہے کہ ماں کی سالگرہ ۲۲ر تاریخ سے پہلے مگر ۱۹ر کے بعد پڑتی ہے۔ ماں کی تاریخ پیدائش کیا ہے ؟

جواب نمبر ۱۱ : ۲۰ر مارچ ۔

حل : رقیہ کے حساب سے ۱۷ر ۱۸ر ۱۹ر ۲۰ میں سے کوئی' عثمان کے حساب سے ---- ۲۰'۲۱ میں سے کوئی۔ دونوں کے حساب میں شامل تاریخ۔ ۲۰ر مارچ۔

سوال نمبر ۱۲ : اگر وہ دن جو آیندہ کل کے دو دن کے بعد آئے گا' جمعہ ہو گا تو پچھلے کل سے دو دن پہلے کون سا دن تھا۔

جواب نمبر ۱۲ : سنیچر۔

حل : آج کے دن کو دھیان میں رکھتے ہوئے تین دن بعد میں اور تین دن پہلے کے لیے گئے ہیں۔ یعنی کل ملا کر سات دن یعنی ایک ہفتہ ہوا۔ یہ ہفتہ ایسا ہے جس کا آخری دن جمعہ ہے تو اس کا پہلا دن سنیچر ہو گا۔

سوال نمبر ۱۳ : جب فہیم اتوار کے دن کانفرنس میں شرکت کے لیے دہلی پہنچا تو وہ شفیق سے تین دن پہلے پہنچ گیا جب کہ شفیق کانفرنس میں دو دن دیر سے پہنچا۔

اگر فہیم آنے والی جمعرات کو پہنچے تو اسے کانفرس میں کتنے دن کی جلدی یا دیر ہوتی ہے۔

جواب نمبر ۱۳ : تین دن کی دیر ۔

حل : شفیق بدھ کو پہنچا۔ وہ دو دن دیر سے ہے۔ اگر فہیم جمعرات کو پہنچے گا تو اسے تین دن کی دیر ہو جائے گی۔

سوال نمبر ۱۴ : صابر پچھلے ہفتے کے جمعے سے پہلے' دو دن سے غیر حاضر ہے اور ابھی تک حاضر نہیں ہوا ہے۔ اگر آج ۳ر جنوری ہے اور کل اتوار ہو گا۔ صابر کس تاریخ سے غیر حاضر ہے۔

جواب : ۲۴ر دسمبر۔

حل : ۳ر جنوری کو سنیچر ہے۔ جمعہ کو ۲ر جنوری پچھلے ہفتے کے جمعہ کو ۲۶ر دسمبر ہو گا۔ صابر دو دن قبل' یعنی ۲۴ر دسمبر سے غائب ہے۔

اے۔ حمید

خلائی ایڈونچر سیریز
قسط نمبر ۱۱

# خلائی لاش چل پڑی

(۲)

عاطون نے اپنی خاص زبان میں کہا:

اسکالا! تم جانتے ہو تمھیں کیا کرنا ہے۔ ساری تفصیل تمھارے دماغ میں ڈال دی گئی ہے۔ تمھارے مردہ جسم میں وہ خاص طاقت بھی بھر دی گئی ہے جو اس دنیا کے کسی بڑے سے بڑے طاقتور آدمی کو ساری زندگی نصیب نہیں ہو سکتی۔ سب سے پہلے تمھیں اس شہر کی سب سے بڑی جیل میں جاکر بہرام قاتل کو اغوا کر کے اپنی خلائی کمین گاہ میں لانا ہوگا۔ اس کے بعد کل رات تم سائنس داں خاتون ڈاکٹر سلطانہ کو اغوا کرنے جاؤ گے۔ کیا تم میری باتیں سمجھ رہے ہو؟"

خلائی لاش کے حلق سے گڑگڑاہٹ کی ایک دھیمی سی آواز نکلی اور اس نے سر کو یوں آہستہ سے ہلایا جیسے کہہ رہا ہو کہ میں نے سب کچھ سن لیا ہے۔ سب کچھ سمجھ گیا ہوں۔

عاطون نے کہا "اچھا، اب اپنے مشن پر روانہ ہو جاؤ۔"

اور عاطون نے خلائی پنسل کا دوسرا نقطہ دبا دیا۔ خلائی لاش کو ایک ہلکا سا جھٹکا لگا اور وہ قبرستان سے چل پڑی۔ خلائی لاش یوں چل رہی تھی کہ چلتے ہوئے اس کے بازو بالکل نہیں ہل رہے تھے۔ جب لاش قبرستان کی دھند میں عاطون اور طوطم کی نگاہوں سے اوجھل ہو گئی تو عاطون بولا:

"طوطم! لیبوریٹری چلو۔ اسکالا لاش کی واپسی کا ہم کمین گاہ میں انتظار کریں گے۔"

اور دونوں خلائی آدمی واپس کمین گاہ کی طرف چل دیے۔ خلائی لاش قدم قدم چلتی قبرستان سے باہر آگئی تھی۔ لاش کے بھاری قدموں تلے خشک پتے کچلتے چلے جا رہے تھے۔ وہ اندھیرے اور دھند میں چل رہی تھی۔ لاش کا قد چھ فٹ سے نکلتا ہوا تھا۔ اس کے جسم پر سیاہ رنگ کا چمڑے کا لباس تھا۔ سینے کے زخم کا شگاف جیکٹ میں سے تھوڑا سا نظر آرہا تھا۔ پانو میں بھاری سیاہ جوتے تھے جن پر خشک کیچڑ جمی ہوئی تھی۔ آنکھیں پتھرائی ہوئی تھیں اور بالکل سیدھ میں تک رہی تھیں۔ رات کی تاریکی میں میدان عبور کر کے اسکالا کی خلائی لاش شہر کو

جانے والی سڑک پر آ کر رک گئی۔ ایک نظر دور شہر کی جھلملاتی روشنیوں پر ڈالی۔ لاش نے حلق سے دھیمی سی گڑگڑاہٹ کی آواز نکلی اور وہ سڑک پر شہر کی سب سے بڑی جیل کی طرف چل پڑی۔ لاش کی کھوپڑی میں لگی ڈسک اس کی راہنمائی کر رہی تھی۔ لاش سڑک پر کچھ دور ہی چلی تھی کہ پیچھے سے ایک خالی رکشا آکر اس کے پاس رک گیا۔ رکشا والے نے سوچا کہ شہر کی کوئی سواری ہے۔ اس سے منہ مانگے دام وصول کروں گا۔ لاش بھی رک گئی۔ رکشے والے نے منہ باہر نکالے بغیر کہا:

''صاحب شہر جانا ہے تو بیٹھ جاؤ؟ پانچ روپے لے لوں گا''

لاش بالکل ساکت کھڑی تھی۔ رکشا والے نے دوسری بار آواز دی۔

صاحب کیا سوچ رہے ہو۔ بیٹھ جاؤ۔ رکشے میں تم چار روپے ہی دے دینا۔ میں شہر کی طرف ہی جا رہا ہوں۔

''جب پھر بھی لاش نے کوئی جواب نہ دیا تو رکشے والے نے سر باہر نکالا اور کہا:

''کیا بات ہے صاحب۔ کیا سوچ رہے ہو؟ تب لاش نے اپنی گردن گھما کر رکشے والے کی طرف دیکھا۔ رکشے والے کے بدن میں سنسنی دوڑ گئی۔ لاش کی پتھرائی ہوئی آنکھیں اس کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔ رکشے والا ڈر گیا کہ ضرور یہ کوئی بھوت پریت ہے جو آدھی رات کو آسیبی قبرستان سے نکل کر سڑک پر آ گیا ہے۔ وہ رکشا آگے بڑھانے ہی لگا تھا کہ لاش نے ہاتھ بڑھا کر رکشے کی چھت کو پکڑ لیا۔ پھر اسے ایک جھٹکے سے اوپر اٹھایا۔ رکشا والا اچھل کر رکشے سے سڑک پر گرا اور چیخ مار کر ایسا بھاگا کہ مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ لاش نے خالی رکشے کو ایک کھلونے کی طرح ہاتھ میں اوپر اٹھا رکھا تھا پھر اسے زور سے سڑک پر پٹخ دیا۔ رکشا دو ٹکڑے ہو گیا۔ لاش نے پانو سے رکشے کے ٹکڑوں کو بری طرح کچل ڈالا۔ اس کام سے فارغ ہو کر وہ شہر کی طرف چلنے لگی۔

کتنے ہی آدمیوں کو قتل کرنے کے بعد بے رحم بہرام قاتل شہر کی سب سے بڑی جیل کی پھانسی کی کوٹھری میں بیٹھا اپنی موت کی گھڑیاں گن رہا تھا۔ عدالت سے اس کو پھانسی کی سزا کا حکم سنا دیا گیا تھا۔ اس کی رحم کی اپیل بھی خارج ہو گئی تھی۔ اس کی موت کا بلیک وارنٹ بھی جیل کے سپرنٹنڈنٹ کو مل چکا تھا۔ کل رات اسے پھانسی کے تختے پر لٹکایا جانا تھا۔ ساری امیدیں ختم ہو گئی تھیں۔ بہرام قاتل پھانسی کی چھوٹی سی کوٹھری میں فرش پر بیٹھا اللہ کو یاد کر رہا تھا اور گڑگڑا کر دل میں اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگ رہا تھا مگر قدرت کے قانون تو اٹل ہوتے ہیں جو کسی کی جان لیتا ہے اسے ایک نہ ایک دن پھانسی کا پھندا اپنے

گلے میں ڈالنا ہی پڑتا ہے جو گناہ کرتا ہے اسے اس کی سزا مل کر ہی رہتی ہے۔ انسان کو چاہیے کہ پہلے ہی سوچ سمجھ کر عقلمندی سے کام لے اور ہمیشہ اللہ کا خوف دل میں رکھے اور نیک کام کرے بُرائی کے خیال کو اپنے نزدیک بھی نہ آنے دے۔

پھانسی کی کوٹھری کے آگے ایک چھوٹا سا برآمدہ تھا جہاں ایک سپاہی بندوق کندھے پر رکھے ٹہل رہا تھا۔ کوٹھری کے آگے لوہے کا جنگلا لگا جس پر بھاری تالا پڑا تھا کوٹھری کے احاطے کے باہر بھی دو سپاہی بندوقیں اٹھائے پہرہ دے رہے تھے۔ بہرام قاتل نے قیدیوں والا لباس پہن رکھا تھا اور اس کے پانو میں بیڑیاں پڑی تھیں۔ جیل کی اونچی دیوار کے چاروں کونے پر روشنیاں ہو رہی تھیں۔ کوٹھری کے آگے برآمدے میں بھی بلب روشن تھا۔ جیل کے دونوں بڑے دروازے بند تھے اور باہر پہرے دار ڈیوٹی پر کھڑے تھے۔

مگر لاش جیل کی پچھلی دیوار کی طرف سے آئی تھی۔ اُس طرف اندھیرا تھا چاروں طرف موت جیسا سناٹا چھایا تھا۔ خلائی لاش جیل کی مضبوط اور پختہ دیوار کے پاس آکر رک گئی پھر لاش کا بازو دیوار کی طرف بڑھا۔ اس نے زور سے اپنا بھاری ہاتھ دیوار پر مارا۔ دیوار کی ایک اینٹ اُکھڑ گئی۔ دوسری ضرب پر اینٹ نیچے گر پڑی۔ خلائی لاش نے اپنی خلائی طاقت کو کام میں لاتے ہوئے جیل کی مضبوط دیوار میں ایک شگاف ڈال دیا اور پھر اس میں سے گزر کر پھانسی کی کوٹھری کی طرف بڑھی۔ کھوپڑی میں لگی کمپیوٹر ڈسک بہرام قاتل کی طرف اس کی راہنمائی کر رہی تھی۔ لاش ایک کوارٹر کے پیچھے سے بے آواز قدموں سے چلتی گزر گئی۔

پھر لاش رک گئی۔ اسے انسانوں کی باتیں کرنے کی آواز سنائی دی تھی۔ لاش نے اپنا ساکت چہرہ اٹھا کر اس طرف دیکھا جدھر سے باتیں کرنے کی آواز آئی تھی۔ تھوڑی دور پھانسی کی کوٹھری کے احاطے کے اندر اور باہر اور احاطے کے چھوٹے آہنی دروازے کے اوپر روشنی ہو رہی تھی اس روشنی میں لاش کو دو پہرے دار سپاہی نظر آئے جو آہنی جنگلے والے دروازے کے پاس کھڑے باتیں کر رہے تھے۔ لاش آگے بڑھتے بڑھتے ٹھٹھک گئی۔ ایک پل کے لیے جیسے لاش نے کچھ سوچا اور گھوم کر احاطے کی دوسری طرف اندھیرے میں چل پڑی۔

دونوں پہرے دار آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ ایک کہہ رہا تھا:

"کل اسی وقت بہرام کو پھانسی کے تختے کی طرف لے جایا جائے گا۔"

دوسرا سپاہی بولا: "اب اس کے بچنے کی کوئی امید نہیں۔"

پہلے والا سپاہی کچھ کہنے ہی والا تھا کہ ایک دم سے ٹھٹھک گیا اور اس نے دیوار کی طرف مڑ کر دیکھا جدھر اندھیرا تھا۔ دوسرے سپاہی نے پوچھا:

"کیا بات ہے؟"

اس کے ساتھی نے کہا "کسی کے قدموں کی آواز سنائی دی تھی۔"

اور وہ دیوار کی طرف بڑھا جہاں اندھیرا تھا۔ دوسرا سپاہی احاطے کے جنگلے کے پاس ہی بندوق اٹھائے کھڑا رہا۔ وہ بھی چوکس ہو گیا تھا۔ پہرے والا سپاہی بندوق تانے اندھیرے میں آیا تو اسے کوئی انسان نظر نہ آیا۔ وہ واپس مڑا ہی تھا کہ خلائی لاش نے پیچھے سے اس کی گردن کو اپنے فولادی پنجے سے جکڑ کر پوری طاقت سے دبا دیا۔ خلائی لاش نے ضرورت سے زیادہ طاقت خرچ کر دی تھی۔ پہرے دار سپاہی کی گردن اس کے جسم سے الگ ہو کر لاش کے ہاتھ میں ہی پکڑی رہ گئی اور اس کا مردہ دھڑ گر پڑا اس کی آواز دوسرے سپاہی کو آئی تو اس نے پوچھا:

کیا بات ہے نادر؟ کیا کر رہے ہو ادھر؟"

خلائی لاش نے مردہ سپاہی کے دھڑ کو پیچھے کھینچ لیا تھا۔ دوسرے سپاہی کو جب اپنے ساتھی کا کوئی جواب نہ ملا تو وہ بھی بندوق لیے اندھیرے کی طرف آگیا۔

"کہاں چلے گئے ہو تم۔ بولتے کیوں نہیں"

اس کا جملہ پورا نہیں ہوا تھا کہ اس کی گردن پر کسی کا پتھر جیسا ہاتھ پڑا اور پھر اس کی آنکھوں کے آگے نیلا کالا اندھیرا چھا گیا۔ خلائی لاش نے دوسرے پہرے دار کی گردن بھی اس کے دھڑ سے الگ کر دی تھی۔ اس کام سے فارغ ہو کر لاش کسی مشینی روبوٹ کی طرح چلتی پھانسی کی کوٹھری کے احاطے کے جنگلے کے پاس آکر رک گئی۔ لاش نے دیکھا کہ کوٹھری کے برآمدے میں بھی ایک سپاہی پہرہ دے رہا تھا۔ اس سپاہی نے بھی اپنے دونوں ساتھیوں کی آوازیں سنی تھیں۔ اس نے جب دیکھا کہ کسی سپاہی کی آواز نہیں آرہی تو وہیں سے بولا:

"ارے تم دونوں کدھر چلے گئے ہو؟"

اور وہ آہستہ آہستہ چلتا جنگلے کے پاس آگیا۔ لاش اسے آتا دیکھ کر بڑی مکاری سے پیچھے ہٹ گئی تھی۔ سپاہی کو جب باہر دونوں پہرے داروں میں سے ایک بھی دکھائی نہ دیا تو اس نے آواز دی۔

"کہاں ہو بھئی تم دونوں؟ یہاں ڈیوٹی کون دے گا؟"

خلائی لاش اندھیرے میں دیوار کے ساتھ لگی کھڑی تھی۔ سپاہی کو جب کوئی جواب نہ ملا تو وہ کچھ پریشان سا ہوا۔ جلدی سے اس نے احاطے کا جنگلا کھولا اور باہر آکر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ ساتھ ہی ساتھ وہ پہرے داروں کو آوازیں بھی دے رہا تھا۔ خلائی لاش نے اپنے

حلق سے گڑگڑاہٹ کی دھیمی آواز نکالی۔ یہ آواز سنتے ہیں سپاہی اس کی طرف بڑھا۔
''کیا بات ہے میاں خان؟''

اچانک خلائی لاش نے اس کی گردن پر اپنا ہاتھ زور سے مارا۔ سپاہی کے ہاتھ سے بندوق دور جا گری اور اس کی گردن کی ہڈی چار جگہوں سے چورا ہو گئی۔ وہ کٹے ہوئے درخت کی طرح زمین پر جا گرا۔

خلائی لاش اس کے مردہ جسم کے اوپر سے گزر کر پھانسی کی کوٹھری کے احاطے میں آگئی۔ بہرام قاتل کی آنکھیں بند تھیں اور وہ فرش پر دوزانو بیٹھا اللہ کو یاد کر رہا تھا۔ کوٹھری کے آگے کوئی دروازہ نہیں تھا بلکہ لوہے کا جنگلا لگا تھا۔ جنگلے پر بھاری تالا پڑا تھا۔ لاش قدم قدم چلتی جنگلے کے پاس آکر کھڑی ہو گئی۔ وہ بہرام قاتل کو اپنی پتھرائی ہوئی آنکھوں سے گھور رہی تھی۔ یہی اس کا شکار تھا۔ وہ اسی کو اغوا کرنے کے لیے وہاں آئی تھی۔

بہرام قاتل نے قدموں کی آواز سنی تھی مگر وہ یہی سمجھا کہ پہرے دار احاطے کے برآمدے میں چل پھر کر پہرہ دے رہا ہے وہی جنگلے کے پاس آکر رک گیا ہوگا۔ وہ آنکھیں بند کیے اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتا رہا۔ اس سے پہلے بہرام قاتل نے احاطے میں پہرے داروں کی آوازیں سنی تھیں مگر اس نے کوئی خیال نہیں کیا تھا۔ رات کے وقت وہ آپس میں اس طرح باتیں کرتے ہی رہتے تھے۔ اچانک اسے ایسی آواز سنائی دی جیسے کوئی عفریت کوٹھری کے جنگلے کے ساتھ منہ لگا کر سانس لے رہا ہو۔

بہرام قاتل نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ احاطے کی روشنی میں اسے ایک زندہ لاش آہنی جنگلے کے ساتھ لگی نظر آئی۔ لاش بالکل سیدھی کھڑی تھی۔ پھر اس لاش نے ہاتھ ڈال کر جنگلے کا تالا توڑ مروڑ کر رکھ دیا اور اندر داخل ہو گئی۔

(کیا خلائی لاش بہرام قاتل اور ڈاکٹر سلطانہ کو اغوا کرنے میں کامیاب ہوگئی؟

یہ جاننے کے لیے آیندہ شمارہ ملاحظہ فرمائیں)

ten

دتّو وے جوگی

ترجمہ: معین الدین عثمانی

۲۶۴ شاہو نگر، جلگاؤں ۴۲۵۰۰۱

# سبق

(مراٹھی سے ترجمہ)

اس واقعہ کو کافی برس بیت گئے ہیں۔ بات پرانی ہے مگر پھر بھی سننے کے لائق ہے۔

چندر دیو نام کا ایک راجا ریاست چندر پور میں راج کرتا تھا۔ اس کی ریاست میں سبھی خوش حال تھے۔ آس پاس کے سبھی راجاؤں اور رعایا کی زبان پر اسی کا نام تھا سب اسی کی تعریف کیا کرتے تھے۔

راجا چندر دیو بھی بڑا خوش مزاج اور عمدہ شخصیت کا مالک تھا۔ اس کی ریاست کا کاروبار نہایت ہی خوش اسلوبی سے چل رہا تھا۔ راجا کا معمول تھا کہ وہ سورج غروب ہونے پر سادہ آدمی کے لباس میں بھیس بدل کر اکیلا باہر نکل جایا کرتا تھا۔ اکیلے گھومتے پھرتے اپنی رعایا اور ریاست کی خبر گیری کر لیا کرتا تھا۔

ایک دن کیا ہوا کہ راجا اپنے معمول کے مطابق سورج غروب ہونے کے بعد گھوڑا بگھی میں سوار ہو کر رعایا کی خبر گیری کے لیے نکلا، تو گھومتے پھرتے بہت دور نکل گیا۔ رات بھی بہت بیت گئی تھی۔ ہر طرف سنسان دکھائی دے رہا تھا۔ گھوڑوں کی ٹاپوں کے علاوہ دوسری کوئی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ بڑا ہی پر سکون ماحول تھا۔ راجا چندر دیو کو بھی اطمینان محسوس ہو رہا تھا۔ گھوڑا بگھی راستہ طے کرتے ہوئے آگے بڑھ رہی تھی۔ کچھ دیر بعد راجا کو محسوس ہوا کہ اب واپس جانا چاہیے۔ آگے جانے سے کچھ فائدہ نہیں ہے۔ وہ لوٹنے لگا۔ مگر چلتے چلتے ایک گڈھے میں بگھی کا چاک پھنس گیا۔ راجا نے گھوڑوں کو سہارا دیا۔ مگر چاک پٹی ٹوٹ گئی۔ پٹی کے ٹوٹ جانے سے کھڑام کھڑام کی آوازیں ہونے لگیں۔ اب اسے کیسے درست کیا جائے۔ قرب وجوار میں کوئی بستی بھی نہ تھی۔ ایسی حالت میں کسی نہ کسی طرح ایک گانو کے قریب اس نے بگھی روکی۔ گانو کے نکڑ پر ہی ایک لُہار کی دکان

تھی۔ کُمہار کمبل اوڑھے چلم پی رہا تھا۔ قریب ہی کتے اونگھ رہے تھے۔ بکریاں بیٹھی ہوئی تھیں۔ کُمہار کی بھٹی اور دھونکنی دونوں خاموش تھے۔ کون ہو تم؟ اور اس وقت یہاں کیسے؟ کُمہار نے بگھی والے سے دریافت کیا۔ "میں ایک مسافر ہوں۔ راستہ چلتے ہوئے اس بگھی کے چاک کی پٹی ٹوٹ گئی ہے۔ بڑی مشکل ہو گئی ہے۔ یہ پٹی درست کر دو" راجا نے کہا۔ "بھلے آدمی ابھی کیسے ممکن ہے، دکان تو بند ہو گئی ہے۔ کام کرنے والے بھی گھر چلے گئے ہیں۔ بھٹی بجھ گئی ہے۔ اب تم ہی بتاؤ میں اکیلا کیا کر سکتا ہوں" "کچھ بھی کرو۔" چاک کی پٹی درست ہونی ہی چاہیے۔ تمہارا بڑا احسان ہوگا" راجا نے عاجزانہ لہجے میں کہا۔

ٹھیک ہے میں بھٹی جلاتا ہوں مگر تمھیں دھونکنی چلانی ہوگی۔ دھونکنی چلانے کے لیے کہہ رہا ہوں اس کے لیے شرم محسوس نہیں کرنا۔ کسی بھی کام میں شرم نہیں کرنا چاہیے۔ پھر اس وقت تو اس کے علاوہ کوئی چارہ بھی نہیں۔ کُمہار نے سمجھاتے ہوئے کہا۔

راجا نے رضامندی کا اظہار کیا۔ ایک عام کُمہار کی زبان سے ایسے قیمتی لفظ سن کر راجا کو خوشی ہوئی۔ کام کرنے کا جذبہ پیدا ہوا۔

پھر کُمہار نے بھٹی جلائی۔ کام کے اوزار نکالے۔ کام شروع ہوا۔ راجا دھونکنی کی زنجیر کھینچنے لگا۔ راجا چندردیو زندگی میں پہلی بار ایک عام مزدور کی طرح محنت کا کام کر رہا تھا، وہ پسینے سے شرابور تھا۔

بگھی کے چاک کی پٹی جڑ گئی۔ چاک پہلے ہی کی طرح ہو گیا۔

راجا نے اپنے گلے کا قیمتی ہار نکال کر اسے دیتے ہوئے کہا۔ یہ لو تمھاری مزدوری۔ مزدوری کے عوض یہ ہار میں تمھیں دیتا ہوں۔ ہار دیکھ کر کُمہار حیرت زدہ ہو گیا۔ اور کہنے لگا۔ "میری مزدوری اتنی نہیں ہے۔ میرے کام میں تمہارا بھی حصّہ ہے، ابھی دینے کو تمہارے پاس کچھ نہ ہوگا تو بعد میں دے دینا، مگر ہار کیوں دیتے ہو"

میں خوشی سے یہ ہار تمھیں دے رہا ہوں۔ یہ تمہارے کام کی مزدوری نہیں ہے۔ تم نے چندردیو راجا کو محنت کا سبق سکھایا ہے۔ میں نے راجا ہونے کے بعد زندگی میں پہلی بار محنت کا مزہ لیا ہے، میں خوش ہوں۔ اس لیے یہ ہار تمھیں انعام کے طور پر دے رہا ہوں" یہ کہتے ہوئے راجا بگھی میں سوار ہو گیا۔ گھوڑوں کو چابک لگایا اور تھوڑی ہی دیر میں اس کی بگھی نظروں سے اوجھل ہو گئی۔

کُمہار حیرت و تعجب کی مورت بنا کھڑا تھا۔ اسے یقین ہی نہیں ہو رہا تھا کہ اس نے راجا سے مزدوری کروائی ہے۔ تھوڑی دیر بعد اسے ہوش آیا تو وہ دل ہی دل میں راجا کو دعائیں دینے لگا۔

کلیم ضیاء
شعبۂ اردو اسمعیل یوسف کالج
جوگیشوری (مشرق) ممبئی ۶۰

(ایرانی کہانی۔ انگریزی سے ترجمہ)

# لالچی چوہا

ایک دفعہ کی بات ہے کہ ایک دیہات میں ایک بوڑھا کسان رہتا تھا۔ اس کا اپنا ایک کھیت تھا جس میں وہ ہر سال گیہوں کی فصل اگایا کرتا تھا۔ اس کی انتہائی محنت اور لگن کی وجہ سے ہر سال اسے اچھی فصل حاصل ہوتی۔ وہ اناج کو بڑے بڑے اور صاف ستھرے تھیلوں میں بھر دیتا اور انھیں اپنے گھر کے ایک محفوظ کمرے میں بند کر دیتا۔

ایک دن کسی طرح دو چوہوں نے یہ بات جان لی کہ گیہوں کے تھیلے کہاں رکھے ہوئے ہیں۔ اس کے بعد انھوں نے ایک منصوبہ بنایا۔ دوسرے ہی دن دونوں نے مل کر اناج والے کمرے کی دیوار میں ایک سوراخ کر دیا۔ کسان چونکہ بہت مصروف رہتا تھا لہذا اناج والے کمرے میں وہ کم ہی جایا کرتا۔ موقع غنیمت جان کر دونوں چوہوں نے ناج کے تھیلوں کو مختلف مقامات سے کتر کر، گیہوں لے جا لے جا کر اپنے بل میں جمع کرنا شروع کر دیا۔ اسی طرح دن گزرتے رہے اور دونوں چوہوں نے اپنے بل میں ڈھیر سارا اناج اکٹھا کر لیا۔

آخر کار ایک دن ایک چوہے نے دوسرے سے کہا۔

"اے دوست! ان دنوں ہم نے اچھا خاصا اناج جمع کر لیا ہے۔ اس سے پہلے کہ کسان ہماری چوری پکڑے اور ہم کسی مصیبت میں گرفتار ہو جائیں ہمیں گیہوں کی چوری بند کر دینی چاہیے۔"

یہ سنتے ہیں دوسرا چوہا بولا:

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ ہمیں اتنا اچھا موقع دوبارہ کبھی نہیں مل سکے گا، اس لیے موقع کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ہمیں خوب سارا اناج اکٹھا کر لینا چاہیے اور جہاں تک بوڑھے کسان کا تعلق ہے تو جب تک اسے پتا نہیں چل جاتا ہمیں گھبرانے کی ضرورت ہی کیا ہے؟"

پہلا چوہا بولا

"دیکھو بھائی! میں نے تہیہ کر لیا ہے کہ اس کے بعد اس کام کے لیے میں تمھارا ساتھ ہرگز ہرگز نہیں دے سکتا، چاہے کچھ بھی ہو جائے، اس طرح میں اپنی زندگی کو خطرے میں نہیں ڈال سکتا۔"

(باقی صفحہ ۴۴ پر)

حکیم سید علی احمد جلال قنوجی
کانکر ٹولہ۔ بریلی۔ یوپی

# لیموں کے فائدے

لیموں کے مختلف زبانوں میں نام : اردو میں لیموں۔ نیبو۔ سنسکرت میں 'دنمبُوک چمپیُر۔ بنگالی میں لیبو۔ گجراتی اور مرہٹی میں لیُنبو۔ کرناٹکی میں پکی لے۔ تیلنگی میں مم پنڈو۔ انگریزی میں لیمن کہتے ہیں۔

لیموں مشہور پھل ہے۔ اس کے نچوڑنے سے کھٹا رَس نکلتا ہے۔ جدید تحقیقات کے مطابق اس رَس میں حیاتین (ج) وٹامن (سی) کافی مقدار میں پایا جاتا ہے اس کے علاوہ حیاتین (ب) وٹامن (بی) بھی اس میں موجود ہوتا ہے۔ لہٰذا اس کا رَس خون کو درست حالت میں رکھتا ہے۔ معدہ اور آنتوں کو اچھا رکھتا ہے۔ غذا کو ہضم کرتا ہے اور بھوک خوب لگاتا ہے۔ مرض سکروی جس میں خون کی ترکیب میں خلل پڑ جاتا ہے۔ مسوڑے پلپلے اور سوج جاتے ہیں اور ان سے خون بہنے لگتا ہے اس کے استعمال سے دور ہو جاتا ہے۔

لیموں کا رَس عام طور پر دال ترکاریوں میں نچوڑ کر استعمال کیا جاتا ہے جس کی وجہ سے غذا رغبت سے کھائی جاتی ہے۔ کھائی ہوئی غذا ہضم ہو جاتی ہے اور بھوک خوب لگتی ہے۔ ہیضہ وغیرہ وبائی مرضوں میں غذا کے ساتھ اس کا استعمال بہت فائدہ دیتا ہے لیموں کا رَس صفرا کی زیادتی کو کم کرتا اور پیاس کو بجھاتا ہے۔ اس فائدے کے لیے گرمیوں میں لیموں کا آبِ شورہ بنا کر پیتے ہیں۔ یعنی چینی کو پانی میں حل کر کے شربت بناتے ہیں اور پھر اس میں لیموں کا رَس نچوڑ کر پیتے ہیں۔ اس سے دل و دماغ کو تسکین ہوتی ہے اور پیاس بجھ جاتی ہے۔

صفراوی بخاروں میں جبکہ پیاس مریض کو بہت ستائے، بدن میں گرمی اور جلن ہو تو لیموں کا آبِ شورہ بنا کر پلانے سے فوراً تسکین ہوتی ہے۔

صفراوی بخاروں میں جبکہ مریض قے اور متلی سے پریشان ہو تو لیموں کو کاٹ کر اس کے ٹکڑے پر ذرا سا نمک چھڑک کر چاٹنے سے یہ شکایتیں دور ہو جاتی ہیں۔ بڑھی ہوئی تلی کو کم کرنے کے لیے بھی لیموں کا استعمال مفید ہے۔ لیموں کو کاٹ کر اس پر تھوڑا نمک لاہوری سہاگہ، نوشادر اور کالی مرچ باریک پیس کر چھڑکیں اور مریض کو دن میں دو تین بار چٹائیں چند روز تک اسے دیتے رہیں۔ تلی گھل کر اصل حالت میں آجائے گی اور

ساتھ ہی معدہ اور جگر کو قوت بھی پہنچے گی۔

لیموں کاٹ کر چہرے پر ملنے سے داغ دھبے، مہاسے اور چھائیاں دور ہو جاتی ہیں۔ لیموں کا رس اور روغن چنبیلی برابر وزن ملا کر مالش کرنے سے سوکھی کھجلی جاتی رہتی ہے۔ یرقان ۔ پیلیا۔ میں آنکھوں کی زردی لیموں کا رس ٹپکانے سے دور ہو جاتی ہے۔ اگر نکسیر جاری ہو اور اس کا بند کرنا مشکل ہو تو ناک میں تازہ لیموں کے رس کی پچکاری کرنے سے نکسیر فوراً بند ہو جاتی ہے۔ سر کی بفا بھوسی لیموں کے رس میں شکر ملا کر لگانے سے جاتی رہتی ہے۔

بچھو، بھڑ کے کاٹے ہوئے پر لیموں کا رس لگانے سے درد اور جلن دور ہو جاتی ہے۔ بالوں کو گرنے سے محفوظ رکھنے اور ان کو لمبا کرنے کے لیے آملہ کو لیموں کے رس میں پیس کر لگاتے ہی اس کے لیے یہ نہایت مفید دوا ہے۔

موسم برسات میں جبکہ ملیریا بخار یا ہیضہ پھیلا ہوا ہو غذا کے ساتھ اس کا استعمال ان مرضوں سے محفوظ رکھتا ہے۔ ●

---

بقیہ صفحہ ۴۵

"تم بزدل ہو، ڈرپوک ہو۔" دوسرے چوہے نے کڑک کر کہا۔

ٹھیک ہے کل سے میں اکیلا ہی گیہوں لینے جاؤں گا اور ڈھیر سارا گیہوں اپنے بل میں لا کر جمع کر لوں گا۔ مجھے تم جیسے ڈرپوک اور بزدل دوست کی نہ تو ضرورت ہے اور نہ ہی پروا!

اگلے دن سے لالچی چوہا اپنے لیے اکیلے گیہوں کی چوری کرنے لگا۔ وقت اسی طرح گزرتا رہا۔ ایک دن کسان نے سوچا کہ "بہت دنوں سے میں نے گیہوں کی طرف دھیان نہیں دیا لہٰذا مجھے جا کر دیکھنا چاہیے۔" وہ کمرہ کھول کر جیسے ہی گیہوں کے تھیلوں کے قریب گیا تو کیا دیکھا کہ گیہوں کے تمام تھیلوں میں جگہ جگہ بے شمار سوراخ بنے ہوئے ہیں اور کچھ گیہوں کے دانے زمین پر بھی بکھرے پڑے ہیں۔ یہ دیکھتے ہی کسان غصّے کے مارے لال پیلا ہو گیا اور فوراً ایک چوہے دانی (کھٹکا) لا کر گیہوں کے تھیلوں کے پاس رکھ دی۔

تھوڑی دیر گزری ہو گی کہ وہی لالچی اور بدمعاش چوہا گیہوں چوری کرنے آ گیا۔ وہ جیسے ہی تھیلوں کی طرف بڑھا۔ ایک زوردار آواز "کھٹاک" کی آئی اور آناً فاناً میں لالچی چوہا کھٹکے میں پھنس گیا۔ کھٹکا اس قدر خطرناک تھا کہ اس میں پھنستے ہی چوہا مر گیا۔

"سچ ہے لالچ کا انجام ہمیشہ بُرا ہوتا ہے۔" ●

مکتبہ پیام تعلیم کی
دل چسپ ، باتصویر، کتابیں
بتاشے (نظمیں)
7/50
بھیڑیے کا گانا
7/50
کوّے کا خواب
8/50
گدھے نے بجائی بانسری
7/50
چالاک بلّی
7/50
دُم کٹی لومڑی
7/50
بہادر علی
8/50
شیر اور بکری 9/=
چاند کی بیٹی 8/=
جادو کی ہنڈیا
7 50
جاں نثار دوست
6/=

# بچوں کی کوششیں

## کلینڈر کی دلچسپ کہانی

دن گننے کا محاورہ تو آپ نے ضرور سنا ہوگا کوئی مجبوری کے دن گنتا ہے کوئی آزادی کے دن گنتا ہے اور کوئی قید کے دن شمار کرتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ دن سب ہی گنتے ہیں گو اس کی وجہ ذرا مختلف ہوتی ہیں مگر کبھی آپ نے سوچا کہ ہم جس چیز کے ذریعے دنوں کا حساب رکھتے ہیں، وہ کس طرح وجود میں آئی۔ آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ ہمارا اشارہ کلینڈر کی طرف ہے۔ جی ہاں یہی کلینڈر جو اس وقت آپ کے سامنے دیوار پر لٹکا ہوا ہے۔ کلینڈر کا ٹکڑا نہیں بلکہ پورا سال ہے تو گویا آپ کے سامنے کلینڈر نہیں سال لٹکا ہوا ہے۔ کلینڈر کی تاریخ بہت پرانی ہے، تقریباً ڈھائی ہزار سال پہلے زمانۂ قدیم کے لوگوں نے سب سے پہلے سال کی پیمائش کی۔ سب سے پہلا سال انھوں نے جو مقرر کیا وہ چاند کی چال کو بنیاد بنا کر کیا جو ۲۹ یا ۳۰ دنوں کے مہینوں پر مشتمل تھا لیکن یہ مکمل طور پر درست نہیں تھا۔ تقریباً دو ہزار سال قبل روم کے لوگوں نے بھی چاند کی چال کو بنیاد

> ایک یورپی سیاح اپنے دوستوں کو اپنے سفر کے واقعات سناتے ہوئے بولا" وہ بڑا نازک لمحہ تھا جب آدم خور قبائلیوں نے مجھے اور میری بیوی کو ستونوں سے باندھ کر ہمارے ارد گرد گھیرا ڈال دیا تھا۔ قبائلیوں کے سردار نے مجھے دیکھ کر کہا کہ میں چالیس سال سے زائد عمر کے لوگوں کو نہیں کھاتا۔"
>
> "یہ سنتے ہی میری بیوی نے زندگی میں پہلی بار اپنی صحیح عمر بتادی۔"
>
> مرسلہ: محمد خالد۔ دیوبند ضلع سہارن پور

چال سے مطابقت پیدا کرنے کے لیے مہینوں میں تبدیلیاں لاتے رہتے تھے۔ آخر کار جولیس سیزر نے ایک نئے کلینڈر کو ۱۲ حصوں میں تقسیم کیا جس میں ہر ایک کو مہینہ کہا جاتا تھا۔ بادشاہ جولیس سیزر کے کلینڈر میں تین سو پینسٹھ اور ۴/۱ دن تھے۔ اس کلینڈر کو درست بنانے کے لیے مہینوں میں کئی تبدیلیاں لانی پڑیں۔ جولیس سیزر اور دوسرے لوگوں نے مہینوں کے دنوں میں جو تبدیلیاں کیں وہ یہ ہیں۔

شروع میں جنوری گیارھواں مہینہ تھا جس میں ۲۹ دن تھے جولیس سیزر نے اس کو پہلا مہینہ قرار دیا اور اسے ۳۱ دن کا بنایا۔ ٭ جولیس سیزر کے کلینڈر کے مطابق فروری میں ۲۹ دن تھے اور ہر Leapyear میں ۳۰ دن تھے (لیپ ایر اس

ایک شخص نے افسر اعلا کو خط لکھا کہ ہمارے ادارے میں اٹھارہ کمیٹیاں ہیں۔ میرے خیال میں کچھ کمیٹیاں کم کر دیں تو بہتر ہوگا۔ جوابی خط آیا اس میں لکھا تھا "تمھاری تجویز قابل غور ہے اس پر غور کرنے کے لیے دو کمیٹیاں بنادی گئی ہیں۔"

مرسلہ: نرگس جہاں، مالیگاؤں ناسک

میں ۲۸ کے بجائے ۲۹ دن ہوتے ہیں اور یہ ہر چار سال بعد آتا ہے جیسے ۱۹۹۶ء لیپ ایر تھا) شہنشاہ آگسٹس Augustus نے اس میں ایک دن نکال کر اگست کے مہینے میں شامل کر دیا۔ مارچ کے مہینے میں ہمیشہ ۳۱ دن ہی رہے ہیں۔ اپریل کا مہینہ قمری مہینہ تھا۔ اس لیے اس میں ۲۹ دن تھے۔ ساتھیو! اب آپ سوچ رہے ہوں گے کہ یہ چاند کا مہینہ یا قمری مہینہ کیا ہے؟ تو سنیے قمری مہینہ وہ مدت ہے جو نئے چاند کے درمیان ہوتی ہے یہ اوسطاً ۲۹ دن ۱۲ گھنٹے ۴۴ منٹ دو اعشاریہ ۸ سیکنڈ ہے۔ اسلامی کلینڈر کے سارے مہینے قمری مہینے ہوتے ہیں اور اسے انگریزی میں Lu-narmonth کہتے ہیں۔ جولیس سیزر نے اس میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔ جون کے ۲۹ دن تھے جولیس نے اسے ۳۰ کر دیے۔ جولائی جو جولیس سیزر نے اپنے نام پر رکھا تھا اس نے اس کو ۳۱ دن دیے۔ اگست بھی قمری مہینہ تھا اس لیے اس میں ۲۹ دن تھے جولیس سیزر نے اس مہینے کو بھی ۳۰ دن کا مہینہ کر دیا۔ شہنشاہ آگسٹس نے اس مہینہ کا نام اپنے نام پر رکھا اور اس میں فروری سے ایک دن نکال کر شامل کر دیا اور ۳۱ دن بنادیے کیونکہ وہ سیزر کی برابری چاہتا تھا۔ ستمبر بھی قمری مہینہ تھا اور اس میں ۲۹ دن تھے۔ سیزر نے اسے ۳۱ دن کا قرار دیا مگر آگسٹس نے اس میں ۳۰ دن کر دیے۔ سیزر کے کلینڈر میں اکتوبر کے ۳۰ دن تھے مگر آگسٹس نے اس میں ۳۱ دن کر دیے۔ نومبر کے مہینے میں سیزر نے ۳۱ رکھے تھے مگر آگسٹس نے اس میں ۳۰ دن کر دیے۔ ستمبر میں اصل میں ۲۹ دن تھے جولیس نے اس کے ۳۰ دن کر دیے۔ آگسٹس نے اسے ۳۱ دن کا کر دیا۔

اب جو کلینڈر استعمال ہوتا ہے وہ انہی رومیوں کا بنایا ہوا اور اب تک بغیر کسی تبدیلی کے چلا آرہا ہے۔

عتیق الرحمٰن عبدالعظیم، شیواجی نگر ممبئی

## موئے مبارک کا کمال

حضور سرور عالم ﷺ کی ریش مبارک کے دو بال حضرت صدیق اکبرؓ کو مل گئے۔ آپؓ ان دو بالوں کو بطور تبرک گھر لے آئے اور بڑی تعظیم کے ساتھ اندر ایک جگہ رکھ دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد اندر سے قرآن پڑھنے کی آوازیں آنے لگیں۔ صدیق اکبرؓ اندر گئے تو تلاوت کی

آوازیں تو سننے میں آرہی تھیں مگر پڑھنے والے نظر نہ آتے تھے۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا قصہ عرض کیا تو حضور ﷺ نے مسکرا کر فرمایا۔ یہ فرشتے ہیں جو میرے بال کے پاس جمع ہو کر قرآن پڑھتے ہیں۔ (جامع المعجزات)

سمیہ بنت محمد ادلیس، شیواجی نگر مالیگاؤں

## میری چھری

ایک دن کی بات ہے کہ میں اپنے گھر کے سامنے اُگی ہوئی گھاس کاٹ رہا تھا کہ میرے ہاتھوں سے چھری سرک گئی اور بڑی بڑی گھاس کے بیچ میں کسی جگہ گم ہو گئی۔ میں نے بہت ڈھونڈا، پر وہ نہ ملی۔ اچانک ایک کیڑا میرے سامنے سے گھاس میں گیا تو میں بھی اس کے پیچھے گیا تو وہ کیڑا ایک جگہ رُک گیا۔ پھر پیچھے مڑ گیا اور میرے پیر کے پاس سے گیا تو وہ بڑی بڑی گھاس میں جا چھپا۔ میں نے اسے بہت ڈھونڈا پر نہ ملا۔ میں دوسری طرف گیا اور گھاس ہٹائی تو مجھے میری چھری مل گئی۔ میں بہت خوش ہوا اور ہنسی خوشی گھاس کاٹنے لگا۔ کیڑوں اور جانداروں پر رحم کرو تو اللہ بھی مدد کرتا ہے۔

محمد سالک غنی، ضلع پریشد اردو پرائمری اسکول ایوت

بیوی نے شوہر کو رخصت کرتے ہوئے
نصیحت کی: دیکھو! راستے میں چلتے ہوئے
سگریٹ مت پینا، آج کل دھواں چھوڑتی
ہوئی بسیں پکڑی جارہی ہیں۔
مرسلہ: شیخ اصغر شیخ غلام مصطفیٰ قاضی نگر
بھنڈارہ مہاراشٹر

## عجیب فیصلہ

ایک بستی میں چار بھائی رہتے تھے۔ انھوں نے مشورہ کیا کہ چاروں مل کر زمین خرید لیں اور اس میں گیہوں کی فصل اگائیں۔ زمین خرید کر فصل تو بودی گئی لیکن پھر چاروں میں یہ مسئلہ کھڑا ہوا کہ فصل کی رکھوالی کون کرے گا؟ آخر کار یہ طے پایا کہ ایک کتّا خرید لیا جائے جو فصل کی رکھوالی بھی کرے گا اور گھر کی بھی۔ چھوٹے بھائی کو کتّا خریدنے کا کام سونپا گیا۔ وہ ایک خوبصورت کتّا خرید لایا جسے دیکھ کر ان میں پھر جھگڑا ہونے لگا۔ ہر ایک یہی کہتا تھا کہ اس کتّے کا مالک میں بنوں گا آخر کار آپسی مشورہ میں یہ فیصلہ ہوا کہ چاروں بھائی کتّے کو بانٹ لیں۔ اس طرح ہر ایک بھائی کے حصے میں ایک ایک پیر آیا۔ فصل پک جانے پر چاروں بھائی روئی گھر لے آئے اور ایک کونے میں ڈھیر لگا دیا ایک رات ان کے گھر میں چور گھس آئے۔ چوروں کو دیکھ کر کتّا زور زور سے بھونکنے لگا۔ چوروں کو اپنے

دو مکھی "ماں" "بیٹی" "ایک گنجے آدمی کے سر پر سوار بیٹھی تھیں۔
ماں : اے بھگوان زمانہ کتنا بدل گیا ہے۔
بیٹی : کیوں ماں کیا ہوا؟
ماں : یہ جو سفاچٹ میدان ہے نا بیٹی، جب میں تمھاری عمر کی تھی تو یہاں فصلیں لہرایا کرتی تھیں۔ آج بنجر میدان ہے۔
مرسلہ : فیضان اشرف حنفی، محلہ پورہ صوفی مبارک پور ضلع اعظم گڑھ

مطلب میں ناکامی دکھائی دی تو انھوں نے ایک پتھر کتے کی ٹانگ میں دے مارا اور گھر سے بھاگ گئے۔ کتے کی ٹانگ سے خون بہہ رہا تھا۔ وہ ٹانگ چھوٹے بھائی کے حصہ کی تھی اس لیے اسے ہی اس کی مرہم پٹی کرانی تھی۔ پیسے نہ ہونے کی وجہ سے وہ کتے کا علاج کرانے سے مجبور تھا۔ اس نے تینوں بھائیوں کی خوشامد کی لیکن انھوں نے جواب دے دیا کہ ہم مرہم پٹی کیوں کرائیں؟ یہ ٹانگ تو تمھارے حصہ میں آئی ہے، تم ہی اس کے مالک ہو۔ الغرض چھوٹے بھائی سے کچھ نہ ہوا تو اس نے تیل اور ہلدی ملا کر باندھ دی۔ چوٹ کی وجہ سے کتا اس پیر کو چلتے وقت بھی اٹھائے رکھتا تھا۔ ایک دن کتا چھوٹے بھائی کے پاس سے گزرا تو اس کے پیر میں بندھی پٹی میں آگ لگ گئی۔ کتا گھبرا کر روئی کے انبار کی طرف بھاگا جس سے روئی میں آگ لگ گئی۔ ایک لمحے میں روئی کا انبار خاک ہو گیا تینوں بھائیوں نے چھوٹے بھائی سے روئی کی قیمت مانگی۔ ان کا کہنا تھا کہ روئی میں آگ تمھارے حصہ میں آئی ٹانگ کی پٹی سے لگی ہے چنانچہ نقصان کے ذمے دار تم ہی ہو۔ چھوٹے بھائی نے کہا "پیارے بھائیو! کتا تو ہم سب ہی کا تھا اور سب ہی کے سامان کی رکھوالی کرتا تھا، مجھ پر اتنا بوجھ مت ڈالو" مگر وہ اڑے رہے۔ چھوٹا بھائی یہ مقدمہ قاضی صاحب کے دربار میں لے گیا۔ بادشاہ نے تینوں بھائیوں کو بلوایا اور اپنا فیصلہ سنایا۔ جس وقت کتا روئی کے انبار کی طرف گیا اس وقت اس نے چوٹ والی ٹانگ اوپر اٹھا رکھی تھی۔ وہ ان تینوں ٹانگوں سے روئی کے پاس گیا تھا جو تم تینوں ہی کے حصہ میں آئی ہیں اس لیے نقصان کے تم تینوں ہی ذمے دار ہو۔ چھوٹے بھائی کا حصہ تمھیں دینا ہوگا۔

دیکھا پیامیو! یہ ہے ظلم کا نتیجہ۔ ہمیں ظلم سے بچنا چاہیے کیونکہ حدیث شریف میں بھی آیا ہے کہ مظلوم کی بد دعا فوراً ہی قبول ہوتی ہے۔

محمد نورالعظیم صدیقی، پھلت، مظفر نگر یوپی

## ڈر کیسا

ایک دن مفت خور آموں کے ایک باغ

میں داخل ہوا اور آم کے درخت پر چڑھ کر آموں کا صفایا کرنے لگا۔ اتنے میں باغ کا مالک آگیا۔ اس نے کہا ارے تو کون ہے کہ خدا کے خوف سے نہیں ڈرتا اور چوری کر رہا ہے۔"

مفت خور نے جواب دیا، "میں کیوں ڈروں۔ یہ درخت خدا کا ہے اور جو آم کھا رہا ہوں یہ بھی خدا کے ہیں اور میں خدا کا بندہ ہوں"۔ اس پر باغ کے مالک کو غصّہ آیا اور اس نے چور کو پکڑ کر مضبوط رسّی سے باندھ دیا اور ایک موٹے ڈنڈے سے اس کی مرمّت کرنا شروع کر دی۔ اب مفت خور خوب آہ و فریاد کرنے لگا اور کہنے لگا مجھے کیوں مارتا ہے تو خدا سے بھی نہیں ڈرتا۔ اس پر باغ کے مالک نے جواب دیا۔ بھئی ڈر کیسا تو خدا کا بندہ ہے اور تجھ کو خدا کے ڈنڈے ہی سے تو پیٹ رہا ہوں۔

وحید الزماں، مدرسہ دار التعلیم صوفی پورہ مبارک پور اعظم گڑھ

## خوشی

ہری پور نام کا ایک گانو تھا۔ وہاں ایک بوڑھی عورت رہتی تھی۔ اس کا ایک لڑکا تھا اس کا نام زین تھا۔ زین بہت ہی ایمان دار لڑکا تھا۔ کبھی کھانے کو کچھ نہ ہوتا تو فاقہ کرتا لیکن کبھی بھی شکایت نہیں کرتا۔ ایک مرتبہ زین کھیت سے گزر رہا تھا، اچانک اس نے دیکھا کہ ایک چڑیا درخت کے نیچے پڑی ہے۔ اس کے پر ٹوٹے ہوئے ہیں اور وہ تکلیف سے پھڑ پھڑا رہی تھی۔ یہ دیکھ کر زین کو بہت دکھ ہوا۔ وہ جلدی سے چڑیا کے پاس گیا اسے اپنے گھر لے آیا اور اس کی مرہم پٹی کی۔ تھوڑے دیر میں چڑیا اڑنے لگی۔ چڑیا کو اڑتا دیکھ کر زین بہت خوش ہوا۔ ایسی خوشی اسے پہلے کبھی نصیب نہیں ہوئی تھی۔

سیف اکبر علی حمدولے، تعلقہ کھیڈ رتناگیری

کسی عورت کا جنازہ جا رہا تھا ایک صاحب سے جو جنازے کے پیچھے بہت آنسو بہاتے چلے جا رہے تھے کسی نے پوچھا "کیا مرحومہ آپ کی بیوی تھی؟" وہ صاحب آنسو پونچھتے ہوئے بولے "رونا تو اسی بات کا ہے کہ یہ اس کا جنازہ نہیں ہے۔"

مرسلہ: طلحہ نقشبندی القادری بالاپور

## اونھ! چچا کے بچے

راشدہ۔ رشید اور سلمان بچے تو ہمارے چچا کے بس یہی تین ہیں لیکن اپنی خصوصیات کی وجہ سے یہ درجنوں بچوں پر بھاری ہیں۔ جب یہ ہمارے گھر تشریف لائے تو ایسا محسوس ہوا جیسے گھر میں زلزلہ آگیا ہے لیکن شاید زلزلہ کا لفظ استعمال کر کے ہم ان کی توہین کر رہے ہیں۔ یہ زلزلہ سے بھی کوئی اونچی چیز ہیں ان کے چیخنے چلانے اور رونے دھونے کی آوازوں

ایک غائب دماغ پروفیسر صاحب جلدی جلدی کھانا کھا رہے تھے۔ ان کی بیوی نے کہا "آپ کو اتنی جلدی کس بات کی ہے؟ آرام سے کھائیے، کھانا بھاگا تو نہیں جارہا" پروفیسر صاحب نے جواب دیا" بیگم! باہر میرے کچھ دوست میرا انتظار کر رہے ہیں۔ مجھے ان کے ساتھ دعوت میں جانا ہے۔"

سے ایسا لگتا تھا جیسے دو ریڈیو اسٹیشن ایک دوسرے پر غالب آنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ گھر کی کوئی بھی چیز اپنے ٹھکانے پر نہ تھی۔ عدنان میاں کی نماز پڑھنے والی ٹوپی میں میاں سلمان بھنے ہوئے چنے کھا رہے تھے۔ بھائی جان کی گھڑی (جو بھائی جان نے کافی چاہت کے ساتھ منگوائی تھی اور ابو جان نے بھائی جان کے شوق کو دیکھتے ہوئے مرغ کی آواز والی گھڑی لا دی تھی) وہ ہمسایوں کے بکرے کے ٹانگ سے بندھی ہوئی الارم دے رہی تھی اور رشید میاں بڑے ہی ماہرانہ طریقے سے یہ کوشش کر رہے تھے کہ اس میں ہمیشہ بارہ بجے رہیں۔ راشدہ بی بی ہماری کاپیوں کے کاغذوں سے کشتیاں بنا بنا کر کچن والے پانی کے ٹنک میں چھوڑ رہی تھی۔ ان کا کہنا تھا کہ یہ منظر بہت خوبصورت لگ رہا ہے۔ میاں عثمان کے بستہ سے کتابیں غائب تھیں اور کتابوں کی جگہ اس میں آلو بھرے ہوئے تھے۔ بڑی تلاش کے بعد پتا چلا کہ کتابیں سبزی والی ٹوکری میں ہیں۔ ادھر گڑیا کی ڈرائنگ کی کاپی سے تصویریں کاٹ کاٹ کر دیواروں اور بیت الخلا کے دروازے پر چپکا رہے تھے اور کافی خوش نظر آرہے تھے ہم انھیں ایسی حرکت سے باز رکھنے کی کوشش کرتے مگر چچی کا ہٹلر نما چہرہ نظروں کے سامنے گھوم جاتا اور ہم چائے کے ساتھ ساتھ روٹی نگل کر رہ جاتے۔ ہم ان بچوں سے بیزار ہو چکے تھے خیر اب ہم باری باری ان کا تعارف کرواتے ہیں۔

یہ ہی تو ہیں رشید میاں! سب سے بڑے، انھیں لوگوں کو ستانے میں ایک خاص قسم کا مزہ آتا ہے۔ منہ چڑانے میں انھیں کمال حاصل ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ وہ تقریباً دو درجن طریقوں سے منہ چڑا سکتے ہیں مثلاً سادہ طریقے سے منہ چڑانا۔ آستین چڑھا کر منہ چڑانا۔ ناک بھوں چڑھا کر منہ چڑانا، چڑا چڑا کر منہ چڑانا وغیرہ۔

ایک دن رشید میاں ہماری کاپیوں کی مدد سے کشتیاں بنانے میں مصروف تھے۔ ہم قریب بیٹھے جل بھن رہے تھے۔ باجی! میرا ایک کام کریں گی؟ اچانک رشید میاں نے کشتیاں بناتے ہوئے کہا۔ تم خود کرو اپنا کام۔ ہم نے جلے کٹے لہجے میں کہا۔ دیکھیے میں کتنا مصروف ہوں۔ میرا کام کر دیجیے نا۔ رشید میاں نے التجا کی۔ کیا کام ہے؟ ہم

نے پوچھا۔

ذرا میری ناک صاف کر دیجیے، بہہ رہی ہے۔ اس نے کہا۔

"کیا؟ ہم حیرت سے چیخ پڑے۔ میں تمھاری ناک صاف کروں، کبھی نہیں ہو سکتا۔ "کیوں کیا آپ میری ناک صاف نہیں کر سکتیں؟" رشید میاں نے حیرانی سے کہا "نہیں" ہم نے غصے سے کہا۔ اچھا تو راشدہ کی ناک صاف کر دیجیے۔ رشید نے کہا۔ "نہیں!" ایسا نہیں ہو سکتا، ہم پوری قدرت سے چیخے۔ چلو راشدہ کی ناک صاف نہیں کرنی ہے تو سلمان کی کر دیں۔ اس نے بڑے اطمینان سے کہا۔ نہیں ہم کسی کی ناک صاف نہیں کریں گے۔ ہم نے فیصلہ کن لہجے میں کہا! کسی کی بھی ناک صاف نہیں کریں گی۔ اس نے شرارت آمیز حیرانی سے پوچھا۔ نہیں نہیں۔ ہم نے رشید کے ہاتھ سے کاپیاں چھین کر پلنگ پر پٹکتے ہوئے کہا۔ اگر باجی! کسی کی ناک صاف نہیں کرنی تو اپنی ہی کر لیں۔ دیکھیے بچاری صبح سے بہ رہی ہے۔ رشید نے ہنستے ہوئے کہا اور باہر بھاگ گیا۔ اب دوسرے نمبر پر سلمان میاں ہیں۔ یہ نسبتاً کم گو ہیں۔ یہ آدھا دن خلاؤں میں گھورتے رہتے ہیں اور باقی آدھا دن مختلف چیزوں کی توڑ پھوڑ میں گزار دیتے ہیں۔ انھیں ہر چیز کی حقیقت جاننے کی بہت جستجو رہتی ہے۔

---

ایک پڑوسن نے دوسری پڑوسن سے کہا "ہماری ساری باتیں برابر والے ہمسائے سنتے ہیں۔"

دوسری نے کہا "تم دیوار اونچی کیوں نہیں کرا لیتیں؟"

پہلی جھٹ سے بولی "لو بھلا، پھر میں ان کی باتیں کیسے سن سکوں گی"

---

بات بات پر بے تکے سوال کرنا ان کی مخصوص ادا ہے۔ چچی جان کو پورا یقین ہے کہ ان کا سلمان مستقبل کا عظیم مفکر ہوگا ایک دن ہم انگریزی کتاب کے بہانے پیام تعلیم پڑھ رہے تھے کہ رشید میاں ہمارے پاس تشریف لائے۔ باجی! یہ کیا ہے انھوں نے پڑوسی کے صحن میں پڑے ہوئے مرغیوں کے دڑبے کی طرف اشارہ کیا۔

مرغیوں کا دڑبہ ہے۔ ہم نے جواب دیا اور پھر کہانی پڑھنے میں مصروف ہو گئے۔ اس کا کیا کرتے ہیں۔ اس میں مرغیاں رکھی جاتی ہیں مرغیاں اس میں کیا کرتی ہیں؟" رہتی ہیں" رہ کر کیا کرتی ہیں؟" انڈے دیتی ہیں۔ کیسے؟۔ بھئی وہ ..... دیکھو نا ..... وہ خیر اس وقت رشید میاں کسی طرح ٹل گئے مگر تھوڑی ہی دیر کے بعد پھر حاضر۔ باجی! یہ کشش ثقل کیا ہوتی ہے؟ زمین ہر چیز کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ زمین کی اس قوت کو کشش ثقل کہتے ہیں لیکن میرا

ایک جنرل اسٹور کے مالک نے اپنے نئے ملازم کو گودام دکھا کر کہا" تمھیں اس گودام کے سارے سامان کی فہرست بنانی ہے۔"
دوپہر کو مالک نے آکر پوچھا"کہاں تک پہنچے؟" ملازم نے بڑے فخر سے جواب دیا" جناب! ابھی ایک ہی بوری سے فارغ ہوا ہوں۔ اس میں کل پندرہ ہزار نو سو ساٹھ مونگ پھلیاں ہیں۔"

مرسلہ: محمد یاسر۔ نئی دہلی ۹۳

غبارہ توڑ گیا ہے۔ اسے کشش ثقل نے نہیں روکا؟" بھئی وہ گیس کا ہوگا"" کشش ثقل...... ہم نے سر کھجاتے ہوئے کہا" کافی بڑی ہوتی ہے اور غبارہ میں گیس کتنی ہوتی ہے۔"

"تھوڑی سی"

پھر تو بڑی چیز کو چھوٹی چیز اپنی طرف کھینچنا چاہیے تھا۔ رشید میاں نے کہا۔ اس کا مطلب ہے کہ کشش ثقل کا نظریہ غلط ہے" ہم نے دلائل دے کر بہتیرا سمجھایا لیکن کشش ثقل پر ان کا اعتبار نہیں رہا۔ وہ نگاہیں اٹھا کر خلا میں گھورنے لگے۔ غالباً کسی نظریے پر غور کر رہے تھے۔ اور یہ ہیں راشدہ بی بی۔ یعنی چھوٹے میاں سبحان اللہ یہ ہیں تو لڑکی مگر تمام کام لڑکوں کے سے کرتی ہیں اور اسی لیے انھیں راشدہ کے بجائے راشد کہتے ہیں! ہمت، شجاعت، دلیری، بہادری وغیرہ وغیرہ ان کی نس نس میں رچی ہوئی ہے۔ دنیا کا کوئی کام بھی ان کی نظر میں ناممکن نہیں ہے۔ چنانچہ ناممکن کو ہمیشہ ممکن بنانے کے سلسلہ میں یہ ہمیشہ تن من دھن سے کرنے کے لیے تیار رہتی ہیں۔ اس کے علاوہ ہر کام میں ٹانگ اڑانا ان کا پہلا فرض ہے۔ ایک دن کی بات ہے ہمارے پاس آئیں اور کہنے لگیں باجی آپ بہت اچھی ہیں۔ شکریہ" ہم نے اپنی حیرت پر قابو پاتے ہوئے کہا۔ میرا جی چاہتا ہے آپ کو بوتل پلواؤں؟ وہ بولیں۔ نہیں راشد رہنے دیجیے۔" ہم نے کہا۔

دیکھیے باجی! میں آپ کی بہت عزت کرتا ہوں۔ اگر انکار کریں گی تو میرا دل ٹوٹ جائے گا۔ "اچھا تم ضد کرتے ہو تو پلوا دو۔" ہم نے دل ہی دل میں خوش ہوتے ہوئے کہا لیکن میری ایک شرط ہے اور ایک مجبوری۔ راشد نے اداس لہجے میں کہا۔ "شرط کیا ہے؟" شرط یہ ہے کہ اس میں سے دو تین گھونٹ میں بھی پیوں گا" چلو ٹھیک ہے۔ ہم نے سوچتے ہوئے کہا۔ اب مجبوری بھی بتا دو۔ مجبوری یہ ہے کہ میرے پاس پیسے نہیں ہیں۔ آپ مجھے دو روپے ادھار دے دیں، میں آپ کو جلد ہی واپس کر دوں گا"۔ راشد نے کہا۔ ہم نے غصیلی نظروں سے انھیں دیکھا اور فوراً کمرے سے نکل جانے کا حکم دے دیا۔

دوپہر کے کھانے کے بعد پتا چلا

کہ چچا کے بچے غائب ہو گئے ہیں گھر میں ایسا سناٹا چھایا ہوا تھا جیسے سخت کرفیو لگا دیا گیا ہو۔ ہم نے سکون کا سانس لیا کیونکہ ان نامعقول بچوں نے ہمارے ذہن کی چولیں ہلا کر رکھ دیں تھیں لیکن ہمیں فوراً ابو، امی اور بھائی جان کی طرف سے حکم ملا کہ انھیں تلاش کریں۔ تقریباً دو گھنٹے کی سخت تلاش کے بعد ہم نے ان تینوں کو ہمسایوں کے گھر میں مرغیوں کے دڑبے سے نکالا۔ ہم نے ایک ہاتھ سے اپنا سر پکڑا اور دوسرے ہاتھ سے رشید کا کان پکڑ کر اسے چچی جان کے پاس لے گئے۔ ادھر سلمان میاں بڑبڑا رہے تھے کہ ابھی تو ہم نے انڈے بھی نہیں دیے اور یہ باجی ہیں کہ ہمیں نکال لے آئیں۔"

اگلے دن پتا چلا کہ چچا اپنے بچوں سمیت دہلی واپس جا رہے ہیں۔ تمام بچے چیختے چلاتے، شور مچاتے جانے کی تیاریوں میں مصروف تھے لیکن نہ جانے کیوں ہم تمام بہن بھائی اُداس ہو گئے۔

(بہ شکریہ پاسبان)

(مضمون بھیجنے والے پیامی نے نہ تو اپنا نام و پتا لکھا اور نہ مضمون نگار کا۔ مضمون دلچسپ ہے اس لیے شائع کیا جا رہا ہے)

## زرتشت اور گوتم بدھ

کہتے ہیں کہ آج سے تقریباً ڈھائی ہزار سال سلطنت فارس بدی کا گہوارہ بن چکی تھی۔ بدی کے دیوتا اہرمن کی توتی تمام سلطنت میں بول رہی تھی۔ حق کا کوئی نام لینے والا نہ تھا۔ ایسے تاریک دور میں آذر بائجان کے علاقے ارمیاہ میں ایک بچے نے جنم لیا۔ جنم کے وقت تقریباً سبھی بچے روتے ہیں مگر اس عجیب و غریب بچے نے زبردست قہقہہ لگایا۔ بچے کے قہقہہ کی آواز سے زلزلہ آگیا جس سے بدی کے دیوتا اہرمن کی مورتی پاش پاش ہو گئی۔ بدی کی بنیادیں ہلنے لگیں۔ بچے کی ماں کا کہنا تھا کہ قہقہے کی آواز سے پوری زمین کانپ گئی۔ میری نظروں کے سامنے طاق پر رکھی ہوئی اہرمن کی مورتی گر کر چور چور ہو گئی۔

ساتھیو! کیا آپ جانتے ہیں یہ بچہ کون تھا؟ جی ہاں! یہ بچہ پارسی مذہب کا بانی زرتشت تھا جس نے بدی کے خلاف حق کی آواز بلند کی اور انسانوں کو جینے کا صحیح سلیقہ سکھایا۔

۵۶۳ قبل مسیح ہمالیہ کی ترائی کا

---

دو دوست قوالی سن کر آ رہے تھے۔
پہلا دوست: میرے برابر میں جو آدمی بیٹھا تھا وہ بہت بد تمیز تھا۔ آیا تھا قوالی سننے لیکن اتنی زور زور سے خراٹے لے رہا تھا کہ بس۔
دوسرا دوست: ہاں وہ شخص واقعی گنوار تھا تین بار اس کے خراٹے سے میری آنکھ بھی کھل گئی تھی۔ (محمد وسیم خلیل۔ ریسوڑ)

مجھے ستارے کی زندگی پر رشک آتا ہے۔ اس کی زندگی جس قدر مختصر ہے اسی قدر اس کا مقصد بلند ہے۔ دیکھو، یہ دنیا کو مخاطب کر کے کہہ رہا ہے کہ میری عارضی زندگی پر تاسف نہ کرو، قدرت نے مجھے سورج کا ایلچی بنا کر بھیجا تھا اور میں اپنا فرض پورا کر کے جارہا ہوں۔

علاقہ کپل وستو کے قریب لمبنی کے جنگل میں ایک عورت (جس کا نام مایا دیوی تھا) نے ایک بچے کو جنم دیا۔ مایا دیوی اور ان کے قریب جتنی بھی عورتیں کھڑی تھیں سب پر اس وقت حیرت کا پہاڑ ٹوٹ پڑا جب انھوں نے ایک عجیب و غریب منظر دیکھا۔ انھوں نے دیکھا کہ بچہ جنم لیتے ہی کھڑا ہو گیا اور چلنے لگا۔ وہ بچہ سات قدم چل کر رک گیا پھر سب سے مخاطب ہوا۔ اس کے ننھے ہونٹ ہلے اور آواز آئی "یہ میرا آخری جنم ہے اس کے بعد میرا کوئی جنم نہیں ہوگا۔"

دوستو! کیا آپ جانتے ہیں کہ یہ عجیب و غریب بچہ کون تھا۔ جی ہاں یہ سدھارتھ تھا جو کہ شاکیہ ونشی راجا سدھودھن کا بیٹا تھا۔ یہی سدھارتھ بعد میں گوتم بدھ کے نام سے ساری دنیا میں مشہور ہوا۔ گوتم بدھ نے ساری دنیا میں امن و شانتی کا پیغام پھیلایا اور بدھ مذہب کی بنیاد ڈالی۔

جاوید اقبال، شاہی محلہ کلثی بردوان

## عقلمند وزیر

ایک راجا تھا اور اس کا ایک وزیر تھا ایک دن راجا نے آئینہ میں اپنی شکل دیکھی تو اسے لگا کہ وہ موٹا ہو گیا ہے، اس کے دل میں ڈر بیٹھ گیا۔ وہ سوچنے لگا کہ اگر وہ موٹا ہو گیا تو گھوڑے پر کیسے بیٹھے گا۔ تلوار کیسے چلائے گا۔ یہی نہیں راجا سوچنے لگا اگر وہ موٹا ہو جائے گا تو حکومت کے کام تیزی سے نہیں کر سکے گا، سبھی لوگ کاہل ہو جائیں گے نہ کوئی کام کرے گا نہ ہی کھیتوں میں لوگ فصلیں اگائیں گے۔ اس نے ایک حکیم کو بلا کر پتا کر لیا کہ میٹھی چیز کھانے سے موٹاپا بڑھتا ہے۔ بس راجا نے حکم دیا۔ اس ریاست میں کوئی بھی آدمی میٹھی چیزیں نہیں کھائے گا اور نہ ہی بیچے گا جو بھی ایسا کرتے پکڑا جائے گا اسے پھانسی کی سزا دی جائے گی۔ یہ خبر پورے شہر میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ حلوائی شہر چھوڑ کر بھاگ گئے۔ شربت بیچنے والوں نے دوسرا دھندا شروع کر دیا۔ ریاست میں رعایا راجا کے خلاف ہو گئی۔ راجا کا وزیر بہت چالاک تھا۔ اس نے پتا لگا لیا کہ سبھی لوگ راجا سے ناراض ہیں مگر راجا سے کون کہے؟ وزیر نے اس بارے میں درباریوں سے بات کی۔ بہت سے درباری بھی راجا سے بہت ناراض تھے۔ راجا کو ایسا سخت حکم نہیں دینا چاہیے تھا آخر

کوئی بھی راجا کسی کے کھانے پینے پر روک کیسے لگا سکتا ہے۔ وزیر نے کہا۔ آخر میں سب نے مل کر ایک منصوبہ بنایا۔ ایک بار راجا شکار کھیلنے گیا۔ اس کے ساتھ وزیر اور کچھ درباری بھی تھے۔ راجا جنگل میں چلا جا رہا تھا۔ ایک جھاڑی سے آواز سنائی دی "کتنا مزیدار گلاب جامن ہے"۔ "ہاں ہے تو مگر پڑوسی ریاست سے مانگ کر یہاں چھپ کر کھانا ہوتا ہے"۔ یہ بات سن کر راجا آگ بگولا ہو گیا۔ اس نے گرج کر کہا۔ "وزیر یہاں پر کون ہیں جو ہمارے حکم کے خلاف میٹھی چیز کھا رہے ہیں"۔ وزیر جھاڑیوں کے پیچھے گیا۔ لوٹ کر اس نے کہا۔ "راجا صاحب وہاں پر کوئی نہیں ہے۔ راجا سوچ میں پڑ گیا۔ جو آوازیں سنیں وہ اس کا وہم تھا؟ اس نے وزیر سے کہا جو آوازیں میں نے سنیں تم نے بھی وہ آوازیں سنیں۔

نہیں راجا صاحب۔ کیسی آوازیں۔ وزیر نے کہا۔ تو آپ ہمارے کہنے سے دیکھنے کیوں چلے گئے۔ "میں نے سوچا ہو سکتا ہے غلطی سے مجھے سنائی نہ دیا ہو"۔ وزیر نے کہا۔ راجا کچھ آگے بڑھا تو اسے جنگل میں ایک لکھا ہوا بورڈ دکھائی دیا۔ اس پر لکھا ہوا تھا۔ یہاں سے کچھ دور ایک باغ ہے وہاں پر بہت میٹھے امرود ہیں۔ مہربانی کر کے نہ کھائیں اس ریاست میں میٹھی چیزوں کو کھانے پر پابندی لگی ہوئی

بیگم صاحبہ نے نوکرانی سے کہا میں اپنی سہیلی کے ہاں جا رہی ہوں فریج صاف کر دینا واپسی پر پوچھا "تم نے فریج صاف کر دیا؟"
نوکرانی نے بہت خوش ہو کر جواب دیا "جی بیگم صاحبہ، بڑی مزے دار چیزیں تھیں۔"

تو کیا اب ہماری ریاست میں پھل اُگانا بھی بند ہو جائے گا۔ صرف تصویر میں دیکھا کریں گے، سبھی پھل تو میٹھے ہوتے ہیں۔ چلتے چلتے وہ لوگ آم کے باغ میں پہنچے۔ باغ میں پیڑوں پر رسیلے آم لٹک رہے تھے لیکن انھیں توڑنے والا کوئی نہیں تھا۔ راجا نے کہا اتنے سارے میٹھے آم لٹک رہے ہیں پھر بھی اس باغ میں سناٹا کیوں ہے اور کوئل کی بولی بھی سنائی نہیں دے رہی ہے۔ "ہاں راجا صاحب۔ کوئل کی میٹھی بولی بھی سنائی نہیں دے رہی ہے" وزیر نے کہا۔ اب راجا سوچ میں پڑ گیا اور اس کو آگے جانے کا دل نہیں کر رہا تھا۔ اس نے وزیر کو لوٹنے کا حکم دیا۔ اور وہ لوگ وہاں سے لوٹ چلے۔ شہر کے پھاٹک پر پہنچنے والے تھے کہ راجا کو کسی کے کراہنے کی آواز سنائی دی۔ تو راجا نے کہا۔ دیکھیے تو وزیر صاحب کون کراہ رہا ہے۔ وزیر نے لوٹ کر خبر کی۔ راجا صاحب آپ خود دیکھ لیجیے، وہ لوگ آپ کو دیکھنا چاہتے ہیں۔ راجا وہاں گیا۔ دیکھا کچھ لوگ نہایت کمزور حالت میں پڑے تھے راجا نے پوچھا تم

میاں بیوی میں کسی بات پر جھگڑا ہو گیا۔ بیوی نے روتے ہوئے کہا "اے بھگوان تو مجھے اٹھالے۔"
شوہر بھی بیوی سے تنگ آچکا تھا غصّے سے بولا "اے بھگوان تو مجھے پہلے اٹھالے"
بیوی، شوہر کے غصے سے ڈر گئی اور گھبرا کر بولی۔
"اے بھگوان مجھ سے پہلے تو اُن کی دعا قبول کر لے۔"

آصفہ بیگم، عزیزیہ اردو اسکول عادل آباد

لوگ کون ہو اور اس طرح کیوں کراہ رہے ہو۔ تو سبھی ایک ساتھ بول پڑے۔ راجا صاحب ہم لوگ اس شہر کے نامی پہلوان ہیں۔ میٹھے کی کمی سے ہمارے جسم میں طاقت نہ رہی۔ راجا تو پہلے ہی پریشان تھا۔ اس نے وزیر سے وجہ پوچھی۔ وزیر نے جواب دیا راجا صاحب زیادہ میٹھا کھانا تو بُری بات ہے ہی لیکن جسم کو جینے کے لیے میٹھے کی ضرورت تو ہوتی ہی ہے، اتنا تو ہونا ہی چاہیے جو میٹھا نہ کھائے وہ نہ کھائے لیکن کوئی بھی راجا کسی کے کھانے پینے پر روک نہیں لگا سکتا ہے۔ وزیر کی بات سن کر راجا بہت خوش ہوا۔ اور حکم دے دیا کہ جو میٹھی چیز کھا سکتا ہو وہ کھائے اور اس پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ راجا کی بات سن کر سبھی حلوائی اپنے اپنے شہر لوٹ آئے اور راجا کی بڑائی کرنے لگے۔

محمد راغب یزدانی، بنی باڑی، بارسوئی گھاٹ کٹیہار

## کھجور چور چڑیا

ایک راجا نے اپنے باغ میں کھجور کا ایک پیڑ لگایا۔ اس میں ہر سال اتنی کھجور لگتیں کہ سارا پیڑ ان سے لد جاتا لیکن جب وہ پک جاتیں اور راجا انھیں تڑوانے کی سوچتا تو آخری رات کو وہ اچانک غائب ہو جاتیں۔ راجا نے ہر طرح کے پہرے کا بندوبست کیا لیکن کھجور ہر سال غائب ہوتی رہیں۔ یہ بھی معلوم نہ ہو تا کہ انھیں کوئی آدمی لے جاتا ہے یا جانور۔ زمین پر کوئی نشان بھی نہ ہوتے۔ راجا کے سات بیٹے تھے۔ وہ ہر سال ایک ایک کر کے آخری رات کو رات بھر پیڑ کی رکھوالی کرتے رہے لیکن کھجوروں کو نہ بچا سکے۔ راجا بڑا دکھی ہوا سارے راج پاٹ کے ہوتے ہوئے بھی وہ اپنے پیڑ کی کھجور نہیں کھا سکتا تھا۔ آخر میں اس کے چھوٹے بیٹے نے کھجور کی رکھوالی کی اجازت مانگی۔ راجا نے اسے اجازت دے دی۔ چھوٹے راج کمار نے عقل سے کام لیا۔ اس نے سوچا کہ زمین پر کوئی نشان نہیں ہوتے، اس کا مطلب ہے کہ کوئی آسمان سے آکر کھجور لے جاتا ہے۔ پہرہ دینے والے رات بھر پہرہ دینے کے بعد صبح کو اونگھنے لگتے ہوں گے اور اسی وقت چور آتا ہو گا چنانچہ وہ آدھی رات کے کچھ دیر تک سوتا رہا اور اس کے بعد پیڑ پر چڑھ کر آسمان کی طرف دیکھنے لگا۔ نیند

آنے لگتی تو وہ اپنا ہونٹ چباکر جاگ جاتا جیسا اس نے سوچا تھا ویسا ہی ہوا۔ اسے ایک بہت بڑی چڑیا پیڑ پر نظر آئی۔ وہ اڑتے وقت پنکھ بھی نہیں پھیلا رہی تھی۔ راجکمار نے اس کی گردن میں ہاتھ ڈال کر اُسے مضبوطی سے پکڑ لیا۔ چڑیا نے فوراً پنکھ پھیلائے اور راجکمار سمیت آسمان کی طرف اُڑ گئی۔ وہ اتنی اونچی چلی گئی جہاں سے پہاڑ کنکریوں جیسے معلوم ہوتے تھے۔ چڑیا بولی۔ آدمی کے بچے تو یہاں سے گرے گا تو تیری ہڈیاں تک چور چور ہو جائیں گی۔ راجکمار نے ہنس کر کہا وہ تو تب ہو گا جب میں تم کو چھوڑوں۔ چڑیا غصے میں ہو کر اور اوپر گئی۔ وہاں سے زمین ایک تارے جیسی لگتی تھی۔ راجکمار نے پھر بھی اس کی گردن نہ چھوڑی۔ چڑیا پریشان ہو کر بولی۔ تم آخر کیا چاہتے ہو۔ راجکمار نے کہا۔ مجھے میرے کھجور کے پیڑ پر پہنچا دو۔ چڑیا نے ہار مان کر اُترنا شروع کیا اور اُسے پیڑ پر اُتار دیا۔ راجکمار نے کہا تم نے بہت محنت کی ہے۔ یہ لو انعام۔ یہ کہہ کر اس نے ایک کھجور چڑیا کی چونچ میں رکھ دی۔ چڑیا اُسے کھا کر نیچے چل پڑی اور شیر بن کر جنگل میں چھپ گئی۔ راجکمار نے اس پر دھیان نہ دیا اس نے آدمیوں کو بلا کر کھجوریں تڑوائیں اور ایک بڑی ٹوکری میں بھر کر راجا کے پاس بھجیں۔ راجا بہت خوش ہوا اور چھوٹے بیٹے کی بہت عزت کرنے لگا۔

کچھ دن بعد ایک شیر نے راجا کو پریشان کرنا شروع کر دیا۔ اس نے کئی جانوروں کو کھا لیا۔ کئی عورتوں اور بچوں کو جان سے مار ڈالا۔ چاروں طرف ہنگامہ مچ گیا۔ آخر میں چھوٹا راجکمار اکیلا اس کی تلاش میں نکلا۔ شیر اس سے بے خبر تھا۔ کئی دن کی تلاش کے بعد اُسے وہ شیر ایک پیڑ کے نیچے سوتا ملا۔ راجکمار نے چپکے سے اس کے پاس پہنچ کر اس پر حملہ کر دیا۔ اچانک اس نے دیکھا کہ ایک بہت خوبصورت لڑکی شرمائی سی اس کے سامنے کھڑی ہے۔ راجکمار نے پوچھا تم کون ہو۔ وہ بولی۔ میں ہی وہ شیرنی تھی، میں ہی وہ چڑیا تھی، جو کھجور لے جاتی تھی۔ ایک جادوگر کی بددعا سے مجھے پہلے چڑیا، پھر شیر بننا پڑا۔ تم نے اپنی بہادری سے مجھے میرا جسم واپس دلا دیا ہے۔

---

ایک آدمی کو کسی دوسرے آدمی نے رات کے ایک بجے ٹیلی فون کیا اور پوچھا کہ آپ کہاں سے بول رہے ہیں؟

دوسرے نے جواب دیا "جہنم سے"

پہلا بولا "بس میں یہی پوچھنا چاہتا تھا کہ تم جیسا بدتمیز شخص جہنم میں پہنچ گیا ہے یا نہیں۔"

مرسلہ: محمد عدنان، مدرسہ اصلاح المسلمین موہنیاں، پلاسی، اررِیہ بہار

سریتا نے اپنی سہیلی کو بتایا کہ وہ اس بوڑھے کے ساتھ شادی کر کے اب پچھتا رہی ہے۔ سہیلی نے حیرانی سے پوچھا "کیوں کیا اس کے پاس دولت نہیں ہے؟"
سریتا: دولت تو ہے پر جتنی عمر اس بڈھے نے بتائی تھی اس سے وہ ۲۵ سال کم کا نکلا۔"
شمش تبریز خاں، زہرا باغ، علی گڑھ

راجکمار اسے محل میں لے آیا۔ راجا نے راجکمار کی اُس لڑکی سے شادی کر دی اور اس کو سارا راج پاٹ دے دیا۔

محمد خالد اعظمی، کھریواں، سرائے میر

## ایک سے بڑھ کر ایک

کسی گانو میں ایک تاجر رہتا تھا۔ وہ بڑا کنجوس اور لالچی تھا۔ اس نے گانو کے بھولے بھالے لوگوں کو ٹھگ کر بہت ساری دولت جمع کر لی تھی۔

ایک دن وہ اپنی دکان پر بیٹھا تھا۔ پاس والے گانو کا ایک کسان لکڑیوں سے بھری ایک گاڑی لے کر وہاں سے گزرا۔ تاجر نے اُسے آواز دے کر بلایا اور بولا۔ چودھری یہ گاڑی کتنے میں دو گے؟ کسان نے سوچا آج صبح ہی صبح پوری گاڑی بک جائے تو اسی گاڑی میں مہینے بھر کا سامان بھر کر لے چلوں گا۔ وہ خوشی خوشی بولا آپ سے کیا بولوں جو ٹھیک سمجھیں وہی دے دیں۔ تاجر بولا "نہیں چودھری بات پہلے ہی صاف ہو جائے تو اچھا ہے بعد میں جھگڑا کرنا مجھے اچھا نہیں لگتا۔ تم بتا دو پوری گاڑی کا کیا لو گے؟ کسان ساری گاڑی ایک ساتھ بیچنے کی لالچ میں ایک روپیا کم کر کے بولا "سیٹھ جی چھے روپے تو گاڑی کے ہیں پر آپ کو پانچ روپے میں دے رہا ہوں۔" تاجر من ہی من خوش ہوا اور بولا چودھری پانچ روپے تو گاڑی کے زیادہ ہیں لیکن تم غریب ہو اگر دو پیسے زیادہ لو گے تو میرا کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ تاجر گاڑی میں بیٹھ کر اپنے گھر کی طرف چل پڑا۔ گھر کے کنارے پر ہی تاجر نے کسان کو پانچ روپے دیے۔ کسان نے گاڑی خالی کی اور جیسے ہی گاڑی موڑنے لگا تاجر نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور بولا "گاڑی اور بیل تو میرے ہیں۔" بچارہ کساں دنگ رہ گیا اور بولا "سیٹھ جی گاڑی اور بیل تو میرے ہیں۔" تاجر نے کہا "اتنی جلدی بھول گئے۔ میں نے تو کہا تھا گاڑی کتنے میں دو گے؟ کسان کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھانے لگا۔ ہاتھ جوڑ کر بولا۔ اتنا اندھیر نہ کیجیے۔ پانچ روپے میں کہیں گاڑی اور بیل آتے ہیں۔ تاجر نے ذرا گرم ہو کر کہا۔ دیکھو چودھری اندھیر تم کر رہے ہو یا میں؟ پانچ روپے میں گاڑی بیل نہیں آتے ہیں تو تم اپنا بھاؤ بتاتے۔ میں تمھارے بتائے ہوئے بھاؤ ہی کے پیسے دے رہا ہوں اس نے آگے بڑھ کر بیل کی رسّی پکڑ لی۔

بچارہ کسان رونے گڑگڑانے لگا اور کہنے لگا
"سیٹھ جی گاڑی کا مطلب تو ہمیشہ لکڑیوں
سے ہوتا ہے۔ گاڑی اور بیل آپ لے
لیں گے تو میں بھوک سے مر جاؤں گا۔
بیلوں کو ہانکتے ہوئے تاجر بولا "چودھری
صاحب اتنا تو سوچو آدمی کی عزت آدمی کی
بات سے ہوتی ہے بات کے پیچھے تو آدمی
اپنی جان تک دے دیتے ہیں تم تو گاڑی
کے پیچھے بات سے مکر رہے ہو۔" کسان
بہت رویا گڑگڑایا مگر تاجر ٹس سے مس
نہیں ہوا۔ آخر کار اپنی گاڑی اور بیل چھوڑ
کر کسان پیدل ہی اپنے گانو پہنچا۔ دوسرے
دن سارے گانو میں یہ بات پھیل گئی کہ
پڑوس کے گانو کے تاجر نے چودھری کی
گاڑی اور بیل رکھ لیے۔ سب نے بُرا بھلا
کہا۔ دھیرے دھیرے یہ خبر اس کے
دوست حسن کے پاس بھی پہنچی۔ وہ
چودھری کے پاس آیا۔ ہنستے ہنستے بولا۔
چودھری بچے کی طرح کیوں روتے ہو۔
تاجر کو تاجر کی زبان سے ہی نہیں مارا تو میرا
نام بدل دینا۔ یہ تو پوری گانو کی عزت کا
سوال ہے۔ دوسرے دن حسن نے گاڑی
میں لکڑی بھری اور چل پڑا۔ تاجر کی دکان
کے پاس اس نے گاڑی روک دی اور وہ نماز
پڑھنے لگا۔ تاجر کی لکڑیوں سے بھری
گاڑی دیکھی۔ اس کے منہ میں پانی بھر آیا۔
سوچا چلو آج پھر ایک اور گاڑی اور بیل کی
جگاڑ کر لوں۔ حسن کو آواز دیتا ہوا

بیٹا: (ماں سے) امی امی ہم بیٹھے گھبرا گئے
ہیں۔ چلیے کچھ کھیل کھیلتے ہیں۔
امی: کیسا کھیل کھیلیں گے۔
بیٹا: امی آپ لاری بن جائیں، باجی موٹر
سائکل اور میں آٹو رکشہ بنتا ہوں۔
امی: ابا آجائیں گے؟
بیٹا: آجانے دیجیے! ہم انھیں اسپیڈ بریکر بنا
دیں گے۔
عبدالرشید محمد بھساری، بھال تعلقہ شرول

بولا۔ چودھری گاڑی بیچنے نکلے ہو کہ تان
سانے۔ حسن گاڑی روک کر بولا۔ سیٹھ
جی گاڑی تو بیچنے ہی نکلا ہوں۔ صبح کا وقت
ہے، سوچا نماز پڑھ لوں۔ تاجر نے بھی ہاں
میں ہاں ملاتے ہوئے کہا۔ خدا کا نام تو جتنا
لے لیا جائے اتنا ہی اچھا ہے۔ وہ مطلب کی
بات پر آیا۔ چودھری تم آج قسمت سے
آئے ہو چلتے وقت گھر والی نے ایک گاڑی
لکڑی لانے کو کہا تھا، بولو گاڑی کا کیا لو گے
؟ گاڑی پر اس نے خاص زور دیا۔ حسن نے
ایک انجان بنتے ہوئے کہا۔ سیٹھ جی میں تو
اَن پڑھ ہوں حساب کتاب تو سمجھتا نہیں
چلنے سے پہلے بیٹے نے کہا تھا کہ ایک مٹھی
روپے میں گاڑی بیچنا سو آپ اتنا ہی دے
دیں۔ تاجر نے دل ہی دل میں کہا۔ ایک
مٹھی میں ایک روپیا رکھ کر ہی دے دوں گا
یہ تو اور بیوقوف نکلا۔ آج تو ایک روپے
میں ہی گاڑی ہاتھ لگ جائے گی۔ پھر بھی
اوپر سے بولا۔ ارے گاڑی کے ایک مٹھی

روپے، چودھری اتنا اندھیر تو مت کرو۔ حسن بولا: ارے سیٹھ جی مجھ سے تو بیٹے نے جو کہا تھا میں نے آپ سے کہہ دیا۔ آپ کی مرضی ہو تولیں۔ بھاؤ میں کرتا نہیں۔ تاجر اپنی دکان منیم کے بھروسے چھوڑ کر گاڑی میں بیٹھا اور بولا۔ چلو چودھری صبح صبح میں ضد نہیں کرتا۔ گھر کے کنارے حسن نے گاڑی خالی کی اور بولا لایئے ایک مٹھی روپے۔ تاجر اندر گیا اور ایک مٹھی میں ایک روپیا رکھ کر دینے لگا۔ وہ مٹھی کھولنے ہی والا تھا کہ حسن نے کس کر اس کی مٹھی پکڑ لی اور تیز چاقو نکالا۔ سیٹھ جی اب مٹھی کیوں کھولتے ہو۔ میں نے تو ایک مٹھی روپے مانگے ہیں، مٹھی تو اب میری ہے۔ چاقو کی دھار دیکھ کر تاجر کے ہوش اُڑ گئے۔ وہ ڈرتے ہوئے بولا۔ یہ کیا کرتے ہو۔ چودھری ایک مٹھی روپے کا مطلب ایک مٹھی بھر روپے ہوئے۔ مٹھی اس میں کہاں سے آگئی۔ حسن بولا۔ سیٹھ جی اگر ایک گاڑی لکڑی میں گاڑی اور بیل آسکتے ہیں تو ایک مٹھی روپے میں بھی ایک مٹھی آسکتی ہے۔ تاجر کو دن میں تارے نظر آنے لگے۔ وہ ہاتھ جوڑ کر بولا۔ مجھے معاف کردو۔ یہ رہی لکڑی اور یہ رہے بیل۔ اب تو میرا پیچھا چھوڑو۔ حسن انھیں آسانی سے چھوڑنے والا نہیں تھا۔ اس نے چاقو کلائی پر رکھا اور وہ ہنستے ہوئے بولا۔ سیٹھ جی آدمی تو زبان کے پیچھے جان تک دے دیتا ہے، آدمی کی قیمت تو بات سے ہوتی ہے آپ یوں بات سے مکر جائیں گے تو گانو میں آپ کی کیا عزت رہ جائے گی۔ ہاتھ چلا جائے پر بات نہیں جانی چاہیے اور اس نے چاقو دھیرے سے کلائی پر پھیرا تو تاجر زور زور سے رونے لگا ارے مجھے معاف کرو چودھری۔ تم اپنی گاڑی بیل اور لکڑی سب لے جاؤ۔ جو روپے دے دیے سو دے دیے۔ انھیں واپس لوں گا۔ حسن آسانی سے ماننے والا نہیں تھا۔ وہ زندگی بھر کے لیے سبق سکھا دینا چاہتا تھا۔ کیوں سیٹھ جی یہ تو بچن کا مول روپیوں سے چکایا ہی نہیں جاسکتا۔ پھر بھی ہزار روپے اور ہمارے ساتھی کے بیل اور گاڑی دو تو پیچھا چھوڑ دوں گا۔ تاجر ہائے ہائے کر کے اندر گیا اور کسی طرح دل کو سمجھا کر تجوری سے ایک ہزار روپے نکال لایا اور بیل اور گاڑی حسن کے حوالے کردیے۔ حسن نے روپے اچھی طرح گنے اور بولا سیٹھ جی میں نے تو رحم کر کے سستے میں ہی چھوڑ دیا کوئی اور ہوتا تو آج مٹھی کاٹ کر ہی رہتا۔ حسن نے وہ روپے بھی بیل گاڑی کے ساتھ کسان کو دے دیے۔

محفوظ احمد منا، انجمن مفید الیتمی مدنپورہ ممبئی ۸

چھوٹے بہن بھائیوں کی شرارتوں پر بھی غصّہ مت کرو کیونکہ کچّا پھل ہمیشہ کسیلا ہوتا ہے۔

## شیخی خور

ہمارے محلے میں ایک شیخی خوار رہتا ہے۔ ہر وقت وہ اپنی بہادری اور چالاکی کے کارنامے سناتا رہتا ہے۔ ایک دن ہم سب دوست بیٹھے بیٹھے بور ہورہے تھے۔ اچانک وہ آٹپکا اور کہنے لگا آج میری بہادری کا ایک اور کارنامہ سنو۔ ہم نے کہا "یار کیا بات ہے" کہنے لگا، کل میں شکار کی غرض سے جنگل کی طرف جارہا تھا کہ اچانک ایک چیتا میرے سامنے آکر کھڑا ہوگیا اور حملہ آور ہونے کے لیے میری طرف لپکا۔ میں نے کیا کیا؟ پتا ہے؟" ہم نے کہا "یار تو تو ڈر کے مارے نو دو گیارہ ہو گیا ہوگا" تو اس نے غصّے سے کہا "کیا میں تم کو بزدل نظر آرہا ہوں۔ سنو میں نے چیتے کے چاروں پانو پکڑ کر ایسا مارا کہ اس کا سر پھٹ گیا۔ ہم نے کہا "یار تم تو سچ مچ کے بہادر نکلے" تو کہنے لگا "ابھی تو چیتے کی بات ہوئی دوسری بات سنو، تھوڑی دور جانے کے بعد شیر مجھ پر اچانک حملہ آور ہوا جس کی لپیٹ میں آکر میں زمین پر گر پڑا اور شیر میرے اوپر چڑھ گیا اور مجھے کھانے کی غرض سے منہ کھول کر جھکا، میں نے دونوں ہاتھوں سے اس کے منہ کو پکڑ کر اس کا جبڑا چیر دیا" ہم اس کی ہر بات پر واہ واہ کرنے لگے۔ اس نے کہا اتنے میں چار شیر اور آگئے اور انھوں نے مجھے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ میں کب ڈرنے والا تھا۔ حملہ کے لیے تیار ہوگیا اتنے میں میری آنکھ کھل گئی تو کیا دیکھتا ہوں کہ میں پلنگ سے گر پڑا ہوں۔ امّی پاس ہی کھڑی گھبرا کر دیکھ رہی تھیں اور بیڈ شیٹ (اوڑھنا) میرے ہاتھ میں ہے۔

عبداللہ باشاہ، وکیل گلی وامباڑی ٹمل ناڈو

## سلام

تمام اقوام عالم کے ملاقات کرنے کا ایک خاص طریقہ ہے۔ کوئی کچھ کہہ کر ملتا ہے اور کوئی کچھ، لیکن اسلام نے جو طریقہ، جو نظام بخشا ہے وہ تمام طریقوں سے افضل و اعلا ہے یعنی سلام۔ سلام کے ذریعے انسان پتھر سے پتھر دل کو بھی موم کر سکتا ہے اور بڑے سے بڑے مصائب و آلام سے رہائی حاصل کر سکتا ہے۔ سلام ہی ایک ایسی چیز ہے جس سے اتحاد و اتفاق قائم رکھا جاسکتا ہے مثلاً دو دوستوں کے درمیان کوئی ایسی حرکت صادر ہو جائے جس سے دو دلوں کے درمیان دیوار حائل ہو جائے تو پھر ان دونوں دلوں کو گنگا جمنا کی طرح سنگم کرانے کے لیے سلام کا عمل بے حد مفید ثابت ہوتا ہے۔

اسی لیے حدیثوں میں اس کی فضیلت کے ساتھ ساتھ تاکید بھی آئی ہے۔ پیارے نبیؐ نے فرمایا "بات کرنے سے پہلے سلام کیا کرو اور آپس میں سلام کا رواج ڈالو محبت میں اضافہ ہوگا" نیز آپ نے فرمایا "جو شخص سلام کرنے سے پہلے بات کرے اس کی بات کا جواب نہ دو۔" بعض لوگ

سلام کرنے کے بجائے "بندگی عرض" "آداب عرض" وغیرہ کہا کرتے ہیں یا انگریزی میں "گڈ مارننگ" "گڈ آفٹر نون" "گڈ نائٹ" وغیرہ بولتے ہیں۔ گڈ مارننگ، اس کا معنی "اچھی صبح" یا زیادہ سے زیادہ "صبح بہت اچھی ہے" خدا نہ کرے آپ کے سر کوئی بہت بڑی مصیبت آپڑے اور آپ اس سے سخت پریشان ہوں۔ اگر اس وقت کوئی آپ سے کہے "آپ کی صبح بہت اچھی ہے" یعنی گڈ مارننگ۔ تو آپ سخت ناراض ہوں گے لیکن قربان جایئے اسلام کے پیارے نظام پر۔ ہر وقت وہی الفاظ سلام یعنی "السلام علیکم" سلامتی ہو تم پر، اللہ تم کو صحیح و سلامت رکھے، بخیر و عافیت رکھے۔ آہا کتنا پیارا اسلام کتنا پاکیزہ معنی اور اس کی ادائیگی میں بھی کوئی دشواری نہیں ہر انسان خواہ چھوٹا ہو یا بڑا، جوان ہو یا بوڑھا اسے بآسانی ادا کر سکتا ہے۔ اسلام کے اتنے پیارے نظام پر ہمیں رشک کرنا چاہیے۔

امتیاز احمد، ہلدیاں، سیوان بہار

## خدا کی مصلحت

ایک پیاسی مینا ایک تالاب کے کنارے پہنچی جب مینا نے پانی پینے کے لیے اپنی چونچ ڈبوئی تو اس کی نظر اپنے عکس پر پڑی اس نے دیکھا کہ اس کے پیر اور چونچ کس قدر خوبصورت ہیں تو وہ اپنے دل میں بہت خوش ہوئی لیکن جب اس کی نظر اپنے سر اور پَروں پر گئی تو وہ بہت اداس ہوئی اور خدا سے شکوہ کرنے لگی کہ خدا نے مجھے اتنے خوبصورت پیر اور چونچ دی لیکن پَر، یہ کہتے ہی اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور وہ تالاب سے بغیر پانی پیے ہی اُڑ گئی، ابھی وہ کچھ دور ہی اُڑی تھی کہ اسے بھوک کا احساس ہوا اور وہ دانہ تلاش کرنے لگی۔ کچھ دوری پر اسے دانے نظر آئے۔ جب وہ دانہ چگنے کے لیے نیچے اتری تو اچانک اسے احساس ہوا کہ اس کے پانو شکاری کے جال میں پھنس گئے ہیں۔ وہ بہت گھبرائی لیکن اس نے ہمت نہیں ہاری وہ اپنی پوری طاقت کے ساتھ اڑنے لگی چونکہ جال چھوٹا تھا اس لیے اسے بہت آسانی ہوئی اور اس نے محنت کرنے کے بعد اپنے آپ کو جال سے علاحدہ کرلیا۔ اسے پیاس کا احساس ہوا تو وہ اسی تالاب پر گئی اور خوب رونے لگی اور خدا سے معافی مانگنے لگی کہ خدا تعالیٰ تو نے میرے پَر جیسے بھی بنائے ہیں بہت اچھے ہیں میں ہی نادان تھی کہ

ایک ڈاکٹر نے اپنے "مرحوم" مریض کے علاج کا بل اس کے وکیل کو پیش کرتے ہوئے پوچھا "کیا عدالت سے اس بل کی تصدیق ضروری ہے"۔ وکیل نے جواب دیا نہیں نہیں"۔ اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اس شخص کی موت خود اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ اس کا علاج کرتے رہے ہیں۔ مرسلہ: زین الدین ابو القیس شیخ تعلقہ کھیڈ رتناگری

تیری دی ہوئی چیز کو برا کہہ رہی تھی میں نے جن پیروں کو اچھا سمجھا وہ ہی جال میں پھنس گئے اور جس چونچ کو اچھا کہہ رہی تھی اس چونچ ہی سے میں دانہ چگنے گئی تھی یا خدا تو جو بھی چیز دیتا ہے اپنی مصلحت سے دیتا ہے۔

رحما کوثر، حافظ پورہ منگرول پیر

## والدین کی خدمت کا انعام

والدین کی خدمت اور فرمانبرداری کا انعام اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا کہ اس سے خدا کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے۔ یہ تو آخرت کا معاملہ ہے لیکن اس دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو اپنے انعام اور رحمت سے محروم نہیں رکھتا جو سچے دل سے والدین کی خدمت کرتے ہیں اور ان کے حقوق کا خیال رکھتے ہیں۔

چنانچہ نبی کریم ﷺ نے ایک بار خود ہی اپنے ساتھیوں کو بڑا ہی دلچسپ قصہ سنایا، آپ نے فرمایا کہ تین آدمی کہیں سفر پر جا رہے تھے۔ راستے میں سخت بارش نے انھیں آگھیرا، وہ پناہ لینے کے لیے ایک غار میں گھس کر بیٹھ گئے۔ خدا کا کرنا پہاڑ سے ایک بڑی چٹان لڑھک کر گری اور غار کے منہ پر آپڑی اور غار کا منہ بند ہو گیا۔ تینوں ساتھی بہت گھبرائے۔ گھبرانے کی بات تھی بھی۔ نہ چٹان ہٹانا ان کے بس کی بات تھی اور نہ وہاں کوئی دوسرا آدمی تھا جس کو اپنی مدد کے لیے بلا لیتے۔ مایوس بیٹھ گئے اور سمجھے کہ اب ہم زندہ ہی دفن ہو گئے اور یہ غار ہماری قبر ہے۔ ایک نے ان میں سے کہا۔ اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے آؤ ہم میں سے ہر ایک اپنی زندگی کے سب سے اچھے کام کا واسطہ دے کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں امید ہے کہ خدا اپنی رحمت سے ہمیں اس مصیبت سے نجات دلا دے گا۔

ان میں سے ایک مسافر نے کہنا شروع کیا۔ خدایا میرے ماں باپ بوڑھے تھے اور میرے چھوٹے چھوٹے بچے تھے۔ میں دن بھر بکریاں چراتا تھا شام کو گھر لوٹتا اور دودھ دوہ کر سب سے پہلے اپنے ماں باپ کو پلاتا تھا۔ ان کو پلانے کے بعد اپنے بچوں کو دیتا تھا۔ اتفاق کی بات ایک دن دور نکل گیا اور لوٹنے میں کافی دیر ہو گئی۔ رات گئے میں گھر پہنچا تو ماں باپ سو چکے تھے۔ میں نے روزانہ کی طرح دودھ دوہا اور ایک پیالے میں بھر کر ماں باپ کے سرہانے پیالہ لیے کھڑا ہو گیا۔ انتظار کرتا رہا کہ یہ جاگیں تو میں دودھ پیش کروں۔ رات خاصی ہو چکی تھی۔ میرے بچے بھوک سے بے چین تھے بار بار میرے پیروں میں آکر لپٹتے اور رو رو کر دودھ مانگتے لیکن مجھے یہ گوارا نہ ہوا کہ ماں باپ سے پہلے ان

بچوں کو دودھ پلاؤں۔ ماں باپ بھوکے سوئیں اور میرے بچے پیٹ بھر کر آرام کریں۔ غرض رات بھر میں اسی طرح پیالہ لیے کھڑا رہا۔ ماں باپ سوتے رہے اور بچے بھوک سے مچل مچل کر روتے رہے۔ اسی طرح پوری رات بیت گئی۔ الٰہی اگر میں نے ماں باپ کے ساتھ یہ سلوک صرف تجھ کو خوش کرنے کے لیے کیا تھا تو اے اللہ تو اپنی رحمت سے اس چٹان کو غار کے منہ سے ہٹادے۔ اس آدمی کا کہنا تھا کہ چٹان غار کے منہ سے کچھ کھسک گئی اور آسمان صاف نظر آنے لگا۔

پھر دوسرے مسافروں نے اپنے اپنے نیک کام کا واسطہ دے کر دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے غار کا منہ کھول دیا۔ لہٰذا اپنے ماں باپ کی سچے دل سے خدمت کرو اور ان کی دعائیں لو۔ ساری پریشانیوں اور مصیبت سے نجات حاصل کرو۔

تبسم فاطمہ (پتا نہیں لکھا)

## کرکٹ

ہندستانی کرکٹ ٹیم کے سابق کپتان محمد اظہر الدین ایک روزہ بین اقوامی کرکٹ میچوں میں چھے ہزار رن بنانے والے پہلے ہندستانی اور چھے ہزار سے زیادہ رن بنانے والوں کی فہرست میں ساتویں کھلاڑی بن کر ابھرے ہیں۔

گائڈ نے عمارت کے گرد پھیلے ہوئے کھنڈروں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سیاح خاتون کو بتایا کہ ٹھیک دس بج کر دس منٹ پر خوف ناک زلزلہ آیا اور چاروں طرف کی عمارتیں تباہ ہوگئیں "لیکن یہ عمارت کیسے بچ گئی" خاتون نے حیرت سے سوال کیا۔

اس کے مینار کی گھڑی میں منٹ آگے تھی۔ گائڈ نے جواب دیا۔

مرسلہ: آفتاب انور، اسلامیہ لائبریری مبارک پور۔ یوپی

اظہر الدین نے ٹورنٹو میں پاکستان کے خلاف دوسرے ایک روزہ میچ میں یہ نشانہ پورا کیا۔ حیدر آباد کے اس کھلاڑی نے تین سنچریاں اور ۴۳ نصف سنچریاں بنانے کے علاوہ ۱۴ مرتبہ ناٹ آوٹ کا اعزاز بھی حاصل کیا ہے۔

اظہر الدین نے ۸۹-۱۹۸۸ء سیریز میں بڑودہ میں نیوزی لینڈ کے خلاف ۶۲ گیندوں میں سنچری بنا کر سب سے تیز سنچری بنانے کا عالمی ریکارڈ قائم کیا تھا مگر سری لنکا کے بلے باز سنت جے سوریا نے اپریل میں پاکستان کے خلاف سنگاپور میں ۴۷ گیندوں پر سنچری بنا کر یہ ریکارڈ توڑ دیا اور اس ریکارڈ کو پاکستان کے ایک ابھرتے ہوئے نوجوان بلے باز شاہد آفریدی نے کینیا میں سری لنکا کے خلاف صرف ۳۷ گیندوں میں سنچری بنا کر توڑ دیا۔

شمس تبریز خاں۔ زہرا باغ، علی گڑھ

# ڈائن

بہت عرصے پہلے کی بات ہے کہ کسی ملک میں ایک بادشاہ حکومت کرتا تھا۔ اس کی حکومت بہت وسیع تھی۔ اس کی رعایا خوشحال تھی۔ اس کی حکومت میں ہر جگہ اور ہر گھر میں جانور یا پرندے دکھائی دیتے تھے۔ بادشاہ کو بھی جانور اور پرندے پالنے کا بہت شوق تھا۔ اس نے جانور اور پرندوں کو پالنے کے لیے بہت وسیع جگہ لے کر رکھی تھی ایک طرف جانوروں کا کباڑ تھا تو دوسری طرف پرندوں کے دربے تھے۔

اس کے محل میں بہت سے نوکر چاکر اور بہت سی کنیزیں تھیں جو ہر وقت کام میں مصروف رہا کرتی تھیں۔ انھیں کنیزوں میں ایک ڈائن تھی۔ جو کہ ہر رات کو جانوروں اور پرندوں کو کھا لیا کرتی تھی۔ اس بادشاہ کی سات بیویاں تھیں جب ڈائن جانوروں اور پرندوں کو کھا کر آتی تو ہاتھ میں تھوڑا سا خون لاتی جو وہ ساتوں رانیوں کے ہونٹوں پر لگا دیتی تھی۔ رانیوں کو یہ معلوم نہ تھا۔

ایک روز بادشاہ نے سوچا "مجھے چل کر پرندوں اور جانوروں کو دیکھنا چاہیے وہ پہلے سے کچھ زیادہ ہوگئے ہوں گے اور بادشاہ نے وزیر کو بلایا اور کہا مجھے پرندوں اور جانوروں کے کباڑے دکھا دو۔ وزیر بادشاہ کو جانوروں اور پرندوں کے کباڑے کے پاس لے گیا۔ بادشاہ نے دیکھا کہ کباڑوں میں دو چار ہی جانور ہے۔ بادشاہ کو غصہ آگیا اس نے کہا" اتنے سالوں میں تو جانوروں کی پیدائش بہت ہوئی ہوگی اور یہ تو بہت ہی کم ہے ان کی دیکھ بھال کرنے والے رکھوالے کو بلاؤ۔" رکھوالے کو بلایا گیا رکھوالے نے کہا "جہاں پناہ! ہر رات کوئی جانوروں کو کاٹ کر کھا جاتا ہے۔ صبح جب میں صاف کرنے آتا ہوں تو مجھے ہڈیاں اور خون دکھائی دیتا ہے۔ یہ مجھے نہیں معلوم کہ کون ایسی حرکت کرتا ہے۔

بادشاہ نے کہا "ان بے زبان جانوروں پر کڑی نظر رکھو اور معلوم کرو کہ کون ایسی حرکت کرتا ہے۔ پھر بادشاہ پرندوں کے دربے کی طرف بڑھ گیا۔ پرندوں کے دربوں میں بھی بہت کم کم پرندے تھے۔ وہاں کے رکھوالے نے بھی یہی جواب دیا جو جانوروں کے رکھوالے نے دیا تھا۔ بادشاہ نے کہا "تم ان پرندوں پر کڑی نظر رکھو اور معلوم کرو کہ شاہی پرندوں کو کون مار دیتا ہے۔ جب بادشاہ محل میں پہنچا تو ڈائن آئی اور بولی "جہاں پناہ میں معافی چاہتی ہوں کہ آپ کے آرام گاہ میں بغیر اجازت کے آگئی مگر مجھے یہ معلوم ہے کہ پرندوں اور جانوروں کو کون کھا لیتا ہے" بادشاہ بے چین ہوگیا اور بولا "جلدی بتاؤ ہم اس کا سر قلم کردیں گے۔" بادشاہ سلامت آپ کی ساتوں رانیاں راتوں کو اٹھتی ہیں اور جانوروں اور پرندوں کو کھا لیتی ہیں۔ راجا نے کہا ان کا کوئی خاص وقت ہے کہ جب وہ جانوروں اور پرندوں کو کھا لیتی ہیں۔ ڈائن مکاری کرتی ہوئی بولی۔ نہیں کوئی خاص وقت نہیں ویسے آپ صبح پانچ بجے اٹھ کر ان کے ہونٹوں پر لگا خون دیکھ سکتے ہیں۔

اس دن بادشاہ نے رانیوں سے بات تک نہیں کی رات میں اسے نیند نہیں آئی وہ صبح ہونے کا انتظار کرنے لگا۔ رات کے ایک بجے ڈائن اٹھی اور سانپ کا روپ لے کر جانوروں کے کباڑے میں گئی۔ کباڑے میں گھس کر ایک چڑیل کا روپ لے لیا اور ایک ایک جانور اور ایک ایک پرندے کھانے لگی۔ اپنا پیٹ بھرنے کے بعد تھوڑا سا خون ساتھ میں لائی جو اس نے رانیوں کے ہونٹوں پر لگا دیا۔ صبح پانچ بجے بادشاہ اٹھا اور سیدھے رانیوں کے

کمروں میں گیا تو کیا دیکھتا ہے کہ رانیوں کے ہونٹوں پر خون لگا ہوا ہے۔ بادشاہ نے وزیر کو بلایا اور کہا جلدی سے جلاد کو بلاؤ' جلاد کو بلایا گیا۔ صبح ان سب رانیوں کی آنکھیں جلادوں سے نکلوائی گئیں اور انھیں ایک کانچ کے برتن میں رکھ دیا گیا اور ایک بہت ہی گہرا اور بڑا گڈھا کھودا گیا اور اس کو اوپر سے لکڑیوں سے ڈھک دیا گیا اور اس میں رانیوں کو ڈال کر اوپر سے مٹی ڈال دی گئی اور صرف اتنی جگہ کھلی رکھی گئی جہاں سے کھانا پانی دیا جا سکے۔ اس دن راجا کو یہ سوچ کر بہت دکھ ہوا کہ اس نے سات شادیاں کیں مگر سب کی سب چڑیل نکلیں۔

گڈھے میں رانیوں کو چار پانچ مہینے ہو گئے اس کے بعد بڑی رانی کو ایک بچہ پیدا ہوا۔ سب دکھی بیٹھے ہوئے تھے کہ بڑی رانی نے کہا "ایسا کرتے ہیں کہ اس بچے کا گوشت کھا لیتے ہیں اور خون سے پیاس بجھا دیتے ہیں۔" سب نے کہا "ہاں" اس کے بعد بیویوں نے بچے کو مار ڈالا اور اس کا گوشت آپس میں بانٹ ڈالا سب نے مجبوراً کھا لیا مگر چھوٹی رانی نے گوشت نہیں کھایا اس نے گوشت لے تو لیا مگر اسے اپنے ساڑی کے پلو میں باندھ لیا اور بھوک کو برداشت کرتی رہی۔ اس کے بعد پانچوں رانیوں کو بچہ ہوا جس کو سب نے مل کر کھا لیا مگر چھوٹی رانی نے نہیں کھایا بلکہ سب کے بچیوں کے گوشت کو الگ الگ ایک طرف باندھ کر رکھ دیا۔ آخر میں چھوٹی رانی کے بھی بچہ ہوا جس کو اس نے ان چھے رانیوں کے ہاتھ پیر جوڑ کر زندہ رکھا اور ایسا بڑا کر دیا کہ وہ چلنے پھرنے اور سمجھنے لگ گیا۔ اس نے دیکھا کہ سب کی آنکھیں نہیں تھیں اس نے کہا یہ ماں اندھی وہ ماں اندھی ساتوں ماں اندھی ہیں۔ جب بچے کی آواز چھے رانیوں کے کانوں میں پہنچی تو انھوں نے کہا۔ چھوٹی رانی کے بیٹا ہوا ہے چلو اپنی بھوک اور پیاس مٹاؤ۔ جب یہ آواز چھوں رانی کو پہنچی تو اس نے کہا۔ میرے بچے کو چھوڑ دو میں تمھارے بیٹے کا گوشت واپس کرتی ہوں۔ رانیوں نے اس کے بیٹے کو چھوڑ دیا اور چھوٹی رانی نے سب کے گوشت واپس کر دیئے۔

سب نے اپنے اپنے بیٹے کا گوشت کھا لیا۔ ایک دن اس نے ماں سے کہا ماں میں اوپر جاؤں۔ ماں نے کہا بیٹے! تم اوپر کیسے جاؤ گے تمھیں تو چڑھنا ہی نہیں آتا۔ لڑکے نے کہا "ماں میں کوشش کروں گا" اس لڑکے نے اپنے ہاتھوں کی مدد سے لکڑی کو ہٹایا اور ناخنوں کی مدد سے مٹی ہٹاتا جاتا پھر اوپر چڑھتا جاتا آخر اس نے رات تک پورا گھڑا کھود دیا اور گھڑے سے منہ نکالا تو رات ہو چکی تھی اس نے دیکھا کہ ایک سانپ جانوروں اور پرندوں کے کباڑوں کی طرف گیا اور کباڑوں میں ایک چڑیل بن کر جانوروں اور پرندوں کو کھا گیا۔ بچہ تھا بہت تیز اور دلیر پھر ماں نے اپنی پوری کہانی اس کو سنا بھی دی تھی۔ وہ سیدھا محل میں جا کر مسہری پر آرام سے سو گیا۔

صبح راجا کے دربار میں گیا اور سیدھا راج گدی پر بیٹھ گیا بادشاہ نے کہا "تیری یہ ہمت بچے کہ تو میری اجازت کے بغیر راج گدی پر بیٹھ گیا تو کون ہے۔؟ لڑکے نے کہا میں آپ کا بیٹا ہوں یعنی ان کا جنھیں آپ نے زندہ دفنایا ہے۔ بادشاہ نے کہا تیری ماں تو چڑیل ہے۔ یہ سن کر لڑکے نے کہا آپ کو شک ہوا ہے! آپ کے جانور تو اب پہلے سے بھی کم ہو گئے ہیں۔ جا کر دیکھیے کتنے کم ہو گئے ہیں

راجا لڑکے کے ساتھ جا کر پرندوں اور جانوروں کے باڑے میں گیا تو اس نے دیکھا تو پرندے اور جانور واقعی سب پہلے سے بھی کم تھے۔

بادشاہ نے کہا تمھیں معلوم ہے کہ کون میرے پیارے پرندوں اور جانوروں کو کھا جاتا ہے۔ لڑکے نے کہا ہاں! معلوم ہے جس کنیز نے میرے ماں کو زمین کے اندر دفنوایا ہے یہ اس کا کام ہے کل رات کو میں نے اسے جانوروں کو کھاتے ہوئے دیکھا تھا۔ یہ سن کر راجا نے رانیوں کو زمین سے نکال دیا اور جلاد کو بلا کر ڈائن کی آنکھیں نکالیں اور اسے زمین میں بغیر لکڑی کے دفنا دیا گیا۔ ڈائن گھڑے میں بھوک اور پیاس کی وجہ سے مرگئی۔ بادشاہ نے رانیوں کی آنکھیں ملک کے مانے ہوئے حکیموں کے ذریعے لگوا دیں۔ اس طرح لڑکے کی بدولت پورا خاندان خوش خوش رہنے لگا اور ان کے جانوروں اور پرندوں کی تعداد بڑھنے لگی۔

**محمد حسن نوراللہ، انجمن مفید الیتمیٰ مدنپورہ ممبئی**

## تعارف مدرسہ جدید جوتی مسجد اسلام پورہ

ارشاد باری تعالیٰ ہے: پڑھیے اپنے ربّ کے نام سے جس نے پیدا کیا۔ اور ارشاد رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ تم میں بہتر ترین وہ ہے جو کہ قرآن سیکھے اور سکھائے۔

الحمد للہ مالیگانوں ایک دینی وادبی شہر ہے جس کی خاک سے ادبا شعرا میں جہاں مسلم رامش اور عبدالحمید نعمانی کے نام ہیں وہیں حفاظ میں حافظ مدار بخش، مفتی قاری محمد حسین جیسے نامور پیدا ہوئے اور انھوں نے جو محنت کی آج اس کی وجہ سے مالیگاؤں شہر علم وادب کا گہوارہ بنا ہوا ہے۔

مدرسہ جدید بھی انھیں گہوارہ علوم میں سے ایک گہوارہ ہے جہاں پر ناظرہ قرآن کے علاوہ حدیث ودینیات کا بھی نظم ہے۔ میرا یہ مدرسہ ابھی ایک سال ہوا جاری ہوا مگر الحمد للہ اتنی فکر مندی اور محنت سے چل رہا ہے کہ آگے یہ ایک بڑا دارالعلوم بنے گا۔ میرے مدرسے میں تین اساتذہ اپنی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ جن کے نام بالترتیب یہ ہیں مولوی عقیل احمد ندوی ملی ابن حافظ غلام ربانی، مولو عبدالماجد ندوی ابن بشیر احمد جبکہ تیسرے معلم جو کہ ناظرہ پڑھاتے ہیں۔ وہ عبداللہ بلال ابن حافظ عبدالوسع ہیں۔ مدرسے کے ناظم قاری عبدالحفیظ امام باغ فردوس مسجد ہیں۔ امسال دینیات میں ہمارے مدرسے سے ساٹھ بچوں نے فراغت حاصل کی اور سند کے حق دار بنے۔ یہ مدرسہ مالیگاؤں کے ایک مشہور عالم دین مولانا عبدالقادر صاحب کی یاد میں چل رہا ہے۔ جس کا مرکز فلاح الناس ہے۔ مدرسہ جدید کے علاوہ اس مرکز میں اور ۷۳ مدرسے اپنی جدوجہد سے جاری وساری ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان مدراس کی حفاظت فرمائے اور ان مدارس سے دین کے داعی پیدا فرمائے۔ آمین

**فراز احمد ــــ مدرسہ جدید جوتی اسلام پورہ مالیگاؤں**

# قلمی دوستی

نام : آصفہ بانو
تعلیم : پانچویں جماعت
مشغلہ : پیام تعلیم پڑھنا
پتا : مدرسہ عربیہ تعلیم الاسلام میر مؤ ضلع بارہ بنکی۔ یوپی

..................

نام : شیخ نعیم عمر : ۲۰ سال
تعلیم : بی ایس سی
مشغلہ : اردو رسائل کا مطالعہ کرنا
پتا : مہرہ خورد چکھلی۔ ضلع بلڈانہ مہاراشٹر

..................

نام : بیگ مہتاب الدین عمر : ۱۴ سال
تعلیم : ساتویں جماعت
مشغلہ : پیام تعلیم پڑھنا
پتا : دھوبی گھاٹ، مدن پورہ مولانا آزاد روڈ ممبئی

..................

نام : ساجد ابراہیم تانبے عمر : ۱۳ سال
تعلیم : آٹھوی جماعت
مشغلہ : قرآن پاک کا مطالعہ کرنا
پتا : تانبے محلہ کرجی، کھیڈ رتناگیری

..................

نام : ساجد احمد تانبے عمر : ۱۴ سال
تعلیم : آٹھویں جماعت
مشغلہ : نماز پڑھنا، ہاکی کھیلنا
پتا : تانبے محلہ، کرجی کھیڈ، رتناگیری

..................

نام : عزیز خاں حافظ صابر خاں
تعلیم : تیسری جماعت
مشغلہ : محنت کرنا، کرکٹ کھیلنا
پتا : جونی بستی، مومن پورہ بلڈانہ مہاراشٹر

..................

نام : حمیرا
تعلیم : آٹھویں جماعت
مشغلہ : پیام تعلیم پڑھنا
پتا : پیر زادے محلہ، مقام پوسٹ ندگلی

..................

نام : شیخ اویس الدین
تعلیم : آٹھویں جماعت
مشغلہ : دوستی کرنا
پتا : معرفت شیخ نور الدین دھی نگر قدیم جالنہ۔

..................

نام : عبداللہ عبدالحکیم
تعلیم : آٹھویں جماعت
مشغلہ : ہر ایک سے سچی دوستی کرنا
پتا : ۸۷ ۱۴ ایم ایچ بی کالونی مالیگاؤں

..................

نام : محمد اظہر الدین
تعلیم : ساتویں جماعت
مشغلہ : پیام تعلیم پڑھنا
پتا : مدرسہ عزیزیہ رحیم آباد، تاج پور سمستی پور بہار

..................

نام : محمد شفیع عمر : ۱۶ سال
تعلیم : نویں جماعت
مشغلہ : کرکٹ کھیلنا، بڑوں کی عزت کرنا
پتا : الیس ایم میراں منزل مخدوم کالونی نگیر اسٹریٹ بھٹکل۔

..................

نام : محمد سلیم اختر ۱۵ سال
تعلیم : ساتویں جماعت
مشغلہ : معیاری کتابوں کا مطالعہ کرنا

پتا: معرفت عبدالحکیم بابو مومن پورہ بالاپور ضلع آکولہ مہاراشٹر

.................

نام: خورشید احمد عمر: دس سال
تعلیم: پانچویں جماعت
مشغلہ: بیڈ منٹن کھیلنا
پتا: مدرسہ عربیہ تعلیم الاسلام میر مؤ ضلع بارہ بنکی۔ یوپی

.................

نام: احمد ذوشان عدیل اسرائیلی
تعلیم: تیسری جماعت
مشغلہ: اچھی اچھی باتیں سیکھنا
پتا: معرفت مولانا اسعد اسرائیلی، ہلالی سرائے سنبھل ضلع مراد آباد یوپی

.................

نام: مہر جہاں
تعلیم: ساتویں جماعت
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا
پتا: معرفت شکیل احمد خاں، محلہ منگل وارہ (عقب شاہی مسجد) ضلع پربھنی مہاراشٹر

.................

نام: محمد رفیق زبیری عمر: ۱۶ سال
تعلیم: گیارھویں جماعت
مشغلہ: قلمی دوستی کرنا
پتا: معرفت محمد یامین، محلہ عثمان خان والا جماپورہ، مالیر کوٹلہ پنجاب

.................

نام: مرزا علیم بیگ عمر: ۱۳ سال
تعلیم: ساتویں جماعت
مشغلہ: کرکٹ کھیلنا، پیام تعلیم پڑھنا
پتا: معرفت مرزا نسیم بیگ، دلیپ گپتا نگر ۴۴ / ۱۳۳ ہو کرولی پار کسائیڈ وکرولی ممبئی

.................

نام: محمد عزیز الرحمن امواوی عمر: ۸ سال
تعلیم: تیسری جماعت
مشغلہ: کرکٹ کھیلنا
پتا: پراہی ضلع شیوہر بہار

.................

نام: حنیف خاں یعقوب خاں
تعلیم: چھٹی جماعت
مشغلہ: اشعار جمع کرنا، پیام تعلیم پڑھنا
پتا: غیاث نگر مین روڈ پلاٹ نمبر ۲۴ سروے ۲۰۷ مالیگاؤں مہاراشٹر

.................

نام: شاداب فاطمہ اعجاز حسین رضوی
تعلیم: چہارم (ب)
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا
پتا: گلبرٹ ہل جنتا کالونی محمدی مسجد کے پاس اندھیری (ویسٹ) ممبئی ۵۸

.................

نام: اے شہید عمر: ۱۶ سال
تعلیم: آئی اے
مشغلہ: بڑوں کی عزت کرنا
پتا: معرفت مولوی جمیل احمد ساکن چکلہ، پوسٹ چکلہ گھاٹ ضلع کشن گنج بہار

.................

نام: خطیب سید عمران
تعلیم: چھٹی جماعت
مشغلہ: کرکٹ کھیلنا
پتا: معرفت نعیم الدین خطیب گلی لودگیر

.................

نام: شاہ محمد شمیم عمر: ۲۵ سال
تعلیم: بی ایس سی
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا، قلمی دوستی کرنا
پتا: محلہ مصر ٹولہ نزد درگاہ شریف دربھنگہ بہار

نام : حافظ محمد صابر علی
تعلیم : ساتویں جماعت
مشغلہ : کلاس کی کتابیں پڑھنا
پتا : موضع بھول پور پوسٹ سان ضلع ویشالی بہار۔

.............................................

نام : محمد عبدالسلام عمر : ۱۸ سال
تعلیم : انٹر
مشغلہ : دوستی کرنا، بڑوں کی خدمت کرنا
پتا : بیھڈوگڑا، پوسٹ روئڈی دھالہ ضلع کشن گنج بہار

.............................................

نام : نشاط افروز
تعلیم : پانچویں جماعت
مشغلہ : پیام تعلیم پڑھنا
پتا : ایم ٹی ایس گلی نمبر ۹ محلہ کریم گنج اولڈ گیا بہار

.............................................

نام : محمد جاوید اقبال عمر : ۱۶ سال
تعلیم : دسویں جماعت
مشغلہ : سائنسی مضامین پڑھنا
پتا : معرفت عرفان احمد ایم ٹی لین گلی نمبر ۹، محلہ کریم گنج ضلع گیا بہار

.............................................

نام : غیور احمد انصاری عمر : ۱۲ سال
تعلیم : چھٹی جماعت
مشغلہ : کرکٹ کھیلنا۔ پیام تعلیم پڑھنا
پتا : مقام و پوسٹ کھونپا سرائے عاقل الہ آباد

.............................................

نام : کاشف رضا دلکش عمر ۱۳ سال
تعلیم : ساتویں جماعت
مشغلہ : کرکٹ کھیلنا، قلمی دوستی کرنا
پتا : معرفت ابرار احمد، مقام مادھوپور دکھڑوا پوسٹ تاج پور ضلع سمستی پور بہار

.............................................

نام : سرفراز نواز عمر : ۱۲ سال
تعلیم : پانچویں جماعت
مشغلہ : کرکٹ کھیلنا، نعت شریف پڑھنا
پتا : معرفت اقبال احمد علی نگر مبارک پور ضلع اعظم گڑھ یوپی

.............................................

نام : کامران کامی
تعلیم : چوتھی جماعت
مشغلہ : کرکٹ کھیلنا، پیام تعلیم پڑھنا
پتا : البشیر بورڈنگ اسکول چتوار پور چوتھ ضلع سمستی پور بہار

.............................................

نام : انس اقبال
تعلیم : تیسری جماعت
مشغلہ : فٹ بال کھیلنا پیام تعلیم پڑھنا
پتا : محلہ حسن آباد مکان نمبر ۴۶-۱۰-۱ آرمور ضلع نظام آباد۔ اے پی

.............................................

نام : عزیز الرحمٰن عمر : ۱۷ سال
تعلیم : عالمیت جاری
مشغلہ : پیام تعلیم کی دعوت دینا
پتا : موضع اسروی، پوسٹ سرائے میر ضلع اعظم گڑھ یوپی۔

.............................................

نام : شیخ محمد رضوان شیخ محمد جاوید
تعلیم : کے جی
مشغلہ : باہر کی سیر کرنا
پتا : معرفت شیخ محمد جاوید محلہ محبوب گنج بیڑ مہاراشٹر

.............................................

نام : افتخار احمد عمر : ۱۱ سال
تعلیم : چھٹی جماعت

مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا
پتا: البشیر بورڈنگ اسکول جتوارپور چوتھ ضلع
سمستی پور بہار

نام: محمد ابو نصر عالم
تعلیم: نویں جماعت
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا، دوستی کرنا
پتا: معرفت ابو صالح بگیاری ارریہ بہار

نام: مجیب الحق انصاری عمر: ۱۲سال
تعلیم: ساتویں جماعت
مشغلہ: کرکٹ کھیلنا
پتا: معرفت عبد القادر محلہ پورہ صوفی بھونوں
کریشی مبارک پور اعظم گڑھ یوپی

نام: سرور عالم عمر: ۱۶سال
تعلیم: آٹھویں جماعت
مشغلہ: کہانی لکھنا
پتا: معرفت شکیل رحمانی محلہ راجا باغیچہ پوسٹ
رفیع گنج ضلع اورنگ آباد بہار

نام: احمد ولے اعجاز قاسم عمر: ۱۴سال
تعلیم: نویں جماعت
مشغلہ: کرکٹ کھیلنا۔ تیرنا
پتا: راجویل کھیڈ، رتناگیری مہاراشٹر

نام: عبد القادر جیلانی عمر: ۱۲سال
تعلیم: چوتھی جماعت
مشغلہ: پیام تعلیم کا مطالعہ کرنا
پتا: سلفیہ جونیر اسکول لہریا سرائے دربھنگہ

نام: شمیم اختر جیلانی عمر: ۱۰سال

تعلیم: تیسری جماعت
مشغلہ: کتابیں پڑھنا۔ کرکٹ کھیلنا
پتا: ملھاسر بانیپال

نام: محمد فاروق احمد جیلانی
تعلیم: دوسری جماعت
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا
پتا: ملھاسر بانیپال

نام: محمد حمزہ شمسی عمر: ۲۱سال
تعلیم: بی اے
مشغلہ: حصول علم کے لیے کوشاں رہنا
پتا: کٹرہ پختہ کوچہ چاہ آنولہ ضلع بریلی یوپی

نام: ارشاد احمد عمر: ۱۱سال
تعلیم: درجہ حفظ قرآن
مشغلہ: تعلیم کی رغبت دلانا
پتا: معرفت شمیم احمد مدرسہ اسلامیہ شاہ پور بگھونی
ضلع سمستی پور بہار

نام: مبشر مبین ۲۱سال
تعلیم: بی اے
مشغلہ: اچھی کتابوں کا مطالعہ کرنا
پتا: سنٹرل پبلک اسکول چچاڈو پوسٹ درگاہ بیلا ضلع
ویشالی بہار

نام: فیض احمد عمر: ۶سال
تعلیم: پہلی جماعت
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا
پتا: بندر روڈ بھٹکل

**مراسلات صاف، خوش خط اور ایک سطر چھوڑ کر لکھیں**

# میرے پسندیدہ اشعار

ہم سیاست کو تجارت نہیں سمجھے ورنہ
اپنے ہاتھوں میں بھی سونے کے نوالے ہوتے

☆ حنیف خاں یعقوب خاں، مالیگاؤں

اللہ کیا جہنم اب بھی نہ سرد ہوگا
رو رو کے مصطفےؐ نے دریا بہا دیے ہیں

☆ محمد رفیق انصاری بیگوں شریف چتوڑگڑھ

جو شخص محمدؐ کی راہوں پہ چلا ہوگا
اس کے لیے جنت کا دروازہ کھلا ہوگا

☆ عبدالعظیم مدرسہ امداد العلوم یوسفیہ، ضلع پونہ

نہ جا ظاہر پرستی پر اگر کچھ عقل و دانش ہے
چمکتا جو نظر آتا ہے وہ سونا نہیں ہوتا

☆ محمد اقتدار الاسلام گیاری ارریہ بہار

جب وقت انتخاب تھا وعدے کیے ہزار
ملتے ہی اقتدار سراسر مکر گئے

☆ ایاز شاہ جیلانی شاہ امام باڑہ چوک کہر بلڈانہ

عزم محکم ہو تو راہیں بھی نکل آتی ہیں
کتنے طوفان پلٹ دیتا ہے ساحل تنہا

☆ ثمینہ پروین عبدالکریم کیرامیری عادل آباد

سائنس کے دورِ حاضر میں تعلیم نہیں تو کچھ بھی نہیں
آدابِ شریعت کی تم کو تعظیم نہیں تو کچھ بھی نہیں

☆ شبانہ نگار۔ کاشی پور۔ نینی تال

دنیا کے اے مسافر منزل تیری قبر ہے
طے کر رہا ہے جو تو دو دن کا یہ سفر ہے

☆ عابد علی خاں۔ مالیر کوٹلہ۔ پنجاب

اذان بعد ولادت، نماز بعد قضا
بس اتنی دیر کا جھگڑا تھا زندگی کے لیے

☆ ساجد احمد تانبے، کرجی کھیڈ رتناگیری

تہذیبِ نو بلا کی ہوا ساتھ لائی ہے
بہنوں ذرا سروں پہ دوپٹے سنبھالنا

☆ محمد عابد الرحمٰن جماعت نہم، بدنیرہ بھولجی

یہ فیضان نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے جس نے آج سمٰعیل کو آداب فرزندی

☆ محمد نوید عالم، لبتارہ، ارریہ بہار

زندگی ایک سزا ہی سہی لیکن اختر
ہم نے ہر دور میں جینے کی دعا مانگی ہے

☆ حنیف خاں، غیاث نگر، مالیگاؤں

صورت بدل گئی ہے تو حیرت نہ کیجیے
ہم حادثوں کے شہر میں رہتے ہیں دوستوں

☆ محمد فیروز عالم گاندھی چک اولیا۔ ویشالی

ان حسرتوں سے کہہ دو کہیں اور جا بسیں
اتنی جگہ کہاں ہے دلِ داغدار میں

☆ خالد ربانی، دبیرپورہ۔ حیدرآباد

میں ہوں کوئی سیلاب نہ ساون کی گھٹا ہوں
شبنم کی طرح وقت کی پلکوں پہ سجا ہوں

☆ شیخ یونس شیخ یعقوب، بیورہ بودروک راویر

## مغیثہ کی دادی

مغیثہ کی دادی زبان کھولتی ہے
وہ جب بولتی ہے تو سچ بولتی ہے
نمازوں کی پابند روزوں کی عاشق
تلاوت سے کانوں میں رس گھولتی ہے

☆ وسیم شہباز انصاری۔ مالیگاؤں

نہ رکھو غیروں پہ تم بھروسا
وہ دیں گے ضرور تم کو دھوکا
☆سید عبدالستار ہادی قادری، بھائیہ محرکنتل
خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے
☆محمد اقبال احمد محمد جمیل احمد۔ مالیگاؤں
کیا تھا خلد میں ابلیس نے گمراہ آدم کو
اب آدم زاد کو گمراہ آدم زاد کرتا ہے
☆رضوانہ بنت وزیر، برکت علی نگر۔ ممبئی
ہر شخص اپنے وقت کا سقراط ہے یہاں
پیتا نہیں ہے زہر کا پیالہ مگر کوئی
☆شاہ شاہدہ نظیر شری رام پور۔ احمد نگر
ہزاروں اشک قرباں اس کے افسردہ تبسم پر
چھپائی مسکرا کے جس نے شدت درد پنہاں کی
☆انیسہ ناز شیخ ساونڈو، اسلام پورہ۔ کاسودہ
محفل میں بلایا مجھے اصرار سے لیکن
وہ مجھ کو بلانے کا سبب بھول گئے ہیں
☆محمد صہیب عالم رحمانی جامعہ رحمانیہ مونگیر
چلنا ہے چل پڑو نکل آئیں گے راستے
آندھی کسی کے نقش قدم روکتی نہیں
☆محمد صابر خاں اسلامیہ عربک کالج آکورہاسن
اس صدی میں بھی تیرے چہرے پہ یہ تبسم کی نمود
ہنسنے والے تیرا پتھر کا کلیجہ ہوگا
☆ساجد پرویز، آسے گاؤں، منگرول پیر
گل سے لپٹی ہوئی تتلی کو گرا کر دیکھو
آندھیو تم نے درختوں کو گرایا ہوگا
☆شہناز انجم، سسان، ویشالی بہار
خوب بجائے باجا جی
کھائے ہم رس گلا جی
چونک چونک کر جاگ پڑے
سویا ہوا ہے ملا جی
☆شمس تبریز خاں، زہرا باغ علی گڑھ
یارب دل نیتا کو وہ زندہ تمنا دے
جو روح کو دھکا دے جو قلب کو جھٹکا دے
☆اسامہ نور افریقی منزل دارالعلوم دیوبند
سازش، دغا فریب سخن پروری دروغ
ہر درد کا یہ نسخۂ ارزاں ہے آج کل
☆حامد اعظم چک اولیا، ویشالی بہار
پیش نظر ہے خالق اکبر نماز میں
جھکتے ہیں خود سروں کے بھی خود سر نماز میں
تفریق ذات گھر میں خدا کے مٹائیے
شاہ و گدا کھڑے ہیں برابر نماز میں
☆مدثر احمد خاں، آسے گاؤں منگرول پیر
گہرائیوں کی روح میں سورج اگا کے دیکھ
ایک تشنہ لب کو دھوپ میں پانی پلا کے دیکھ
نکلیں گے گھر سے تیرے بھی خوشبو کے قافلے
آنگن میں ایک گلاب کا پودا اگا کے دیکھ
☆محمد فہد پاشا، بنگالی بازار، کلکتہ ۲۴
نہ ساتھ دیں گی یہ دم توڑتی ہوئی شمعیں
نئے چراغ جلاؤ کہ روشنی کم ہے
☆عائشہ ترنم، آرمور، نظام آباد
تمھاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی
جو شاخ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائدار ہوگا
☆ارشاد احمد قریشی، آستانہ، کارنجہ
زباں سے جوش قومی دل میں پیدا ہو نہیں سکتا
ابلنے سے کنواں وسعت میں دریا ہو نہیں سکتا
☆محمد صابر شیخ سعید، شادہ ضلع دھولیہ

تمناؤں میں الجھایا گیا ہوں
کھلونے دے کے بہلایا گیا ہوں

☆ عبدالقدوس، نزد اردو ہائی اسکول راوڑ کیلا
آتے ہوئے اذاں ہوئی جاتے ہوئے نماز
کتنے قلیل وقت میں آ کے چلے گئے

☆ عارف عرفان اقبال تانبے، کرجی کھیڈ رتناگیری
بچھڑا تھا کوئی ہم سے ابھی کل کی بات ہے
محسوس ہو رہا ہے زمانہ گزر گیا

☆ قاضی سید عظمت اللہ، منگرول پیر آکولہ
روشنی کے پھول برسا کر مجھے دھوکا نہ دو
یاد ہے مجھ کو چمن میں آگ لگ جانے کی بات

☆ محمد سلیم انصاری، زہرا ہسپتال گورکھپور
پرورش خوف کے ماحول میں جس کی ہوگی
اپنے سائے کو بھی دیکھے گا تو ڈر جائے گا

☆ جنید احمد، غفور نگر دھولیہ
حالات نے چہرے کی چمک چھین لی ورنہ
دو چار برس اور بڑھاپا نہیں آتا

☆ احمد علی، محلہ پورہ صوفی مبارکپور اعظم گڑھ
تدبیر سے قسمت کی برائی نہیں جاتی
بگڑی ہوئی تقدیر بنائی نہیں جاتی

☆ ایاز خاں تونگر خاں، پاتور
آئیں ہیں تیرے شہر سے تو واپس نہ جائیں گے
یہ فیصلہ کیا ہے تجھے دیکھنے کے بعد
کہتے تھے لوگ تجھ کو مسیحا مگر یہاں
ایک شخص مر گیا ہے تجھے دیکھنے کے بعد

☆ محمد حامد، محلہ پورہ دیوان مبارکپور
رکھنا ہے تو رکھیے پھولوں کو نگاہوں میں
خوشبو تو مسافر ہے کھو جائے گی راہوں میں

☆ عبداللہ مالکی، الکتاب۔ اررید۔ بہار۔

وہ زندگی کا سفر ہو کہ جنگ کا میدان
محاذ کچھ بھی ہو حوصلہ ضروری ہے

☆ شیخ صلاح الدین، صابن پورہ لونار بلڈانہ
شہر خموشاں سے گزرا تو صدا آئی
آہستہ چلو لوگو، ہم چین سے سوتے ہیں

☆ امیر احمد، ولید پور ضلع مئو یوپی
کیا حقیقت مال کی ہے خون بہایا کیجیے
نیک کاموں کے لیے دولت لٹایا کیجیے

☆ معین الدین، کونچلی کھیڈ۔ رتناگیری
نبی کی محبت دلوں میں بسالو
در مصطفےٰ پر سر اپنا جھکالو
مدینہ کے والی یہی التجا ہے
کہ اپنا ہمیں بھی خدارا بنالو

☆ سیدہ رابعہ حبیب، مرزاپور بھدرک
اے باد صبا کچھ تو نے سنا مہمان جو آنے والے ہیں
کلیاں نہ بچھا اور اہوں میں ہم آنکھ بچھانے والے ہیں

☆ عمر فاروق منصوری، بسواکلیان ضلع بیدر
اتنا بھی خود پسند نہ بن اے نگاہ ناز
جیسے تجھے کسی سے کوئی واسطہ نہ ہو

☆ حسین جابری آرمور ضلع نظام آباد
رام کا نام لیے پھرتے ہو شہروں شہروں
رام کی طرح کوئی کام بھی کرنا سیکھو

☆ انصاری عبدالصمد شاہین، نیا محلہ برہان پور
فضا کیسی ہی طوفاں آشنا ہو
پرندے اپنا گھر کب بھولتے ہیں

☆ کہکشاں نصرین سلطان پور مؤائمہ الہ آباد
تری زندگی اسی سے تری آبرو اسی سے
جو رہی خودی تو شاہی نہ رہی تو روسیاہی

☆ ریشمہ خانم، عزیزیہ اردو ہائی اسکول عادل آباد

خوب ہے صاحب محفل کی ادا
کوئی بولا تو برا مان گئے
☆ محمد اشتیاق احمد، قدیم جالنہ

افضل عبادتوں میں عبادت نماز ہے
صدقے میں مصطفیٰ کی عنایت نماز ہے
☆ سید اسمٰعیل، باندورہ۔ بلڈانہ

دعا
مسلماں جس کے ذمے تھی خلافت
جہالت کے کھنڈر میں جا گرا ہے
نہیں ہے ہوش اس کو آخرت کا
اسی دنیا کے بس پیچھے پڑا ہے
سمجھتا ہی نہیں کہ موت کا دن
ترے قدموں کے پیچھے آرہا ہے
☆ اشرف اخلاق، راجاپور سکروڑا، اعظم گڑھ

محمدؐ نے دعائیں دے کے دشمن کو بتایا تھا
کہ اکثر پھول سے ٹکرا کے پتھر ٹوٹ جاتے ہیں
☆ شیخ عمران الدین، ستار محلہ، ندوبار

وہ مرا نہیں تھا پھر بھی اپنا ہی لگا
راہ میں جب بھی ملا، دل سے دعا دیتا گیا
☆ رئیس احمد عبدالحق، دھولیہ

مل جل کے ہم ترانے حب وطن کے گائیں
بلبل ہیں جس چمن کے گیت اس چمن کے گائیں
☆ عرفان الحق آرزو، زبیری لاج، علی گڑھ

روشنی ہوں اسی لیے شاید
اک اندھیرے مکاں میں رہتی ہوں
☆ محمد صادق عبدالرحمٰن، امڑاپور بلڈانہ

کرو مہربانی تم اہل زمیں پر
خدا مہرباں ہوگا عرش بریں پر
☆ معین الدین، کھیڈ، رتناگیری

اپنے بھی خفا مجھ سے ہیں بیگانے بھی ناخوش
میں زہر ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند
☆ محمد صابر علی، بھول پور۔ ویشالی بہار

ہزار برق گرے لاکھ آندھیاں آئیں
وہ پھول کھل کے رہیں گے جو کھلنے والے ہیں
☆ صبیحہ خانم، اوکے روڈ۔ آسنسول

ہو چکیں غالب بلائیں سب تمام
اے مرگ ناگہاں اور ہے
☆ محمد ندیم عالم، اے ایم یو۔ علی گڑھ

پاتے ہیں کچھ گلاب پہاڑوں میں پرورش
آتی ہے پتھروں سے بھی خوشبو کبھی کبھی
☆ سمیع الزماں، ابابکر پور ویشالی بہار

دل سے اگر نبیؐ سے محبت کریں گے ہم
ہے فرش کیا فلک پہ حکومت کریں گے ہم
وہ شمع جو جلائی تھی میرے حضورؐ نے
فانوس بن کے اس کی حفاظت کریں گے ہم
☆ محمد امتیاز رحمانی، اشرف نگر۔ مونگیر، بہار

دیوار کیا گری مرے کچے مکان کی
یاروں نے میرے صحن میں رستہ بنالیا
☆ فرحینہ انجم، بڑھائی پورہ منگرول پیر

حرم پاک بھی اللہ بھی قرآن بھی ایک
کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک
☆ عمران شمس الدین تانبے، کرجی کھیڈ

زبان دل پہ جو ملامت حضور کی آئی
تو حرف حرف سے خوشبو گلاب کی آئی
☆ محمد جاوید حیات، ڈونگاؤں مہکر بلڈانہ

ہر چیز یہاں پر بکتی ہے ہر چیز خریدی جاتی ہے
بھدوں کی تجارت ہوتی ہے ایمان خریدے جاتے ہیں
☆ محمد ادریس، چہل پورہ منگرول پیر

# اقوال زریں

☆ جس نے خاموشی اختیار کی وہ سلامت رہا
☆ وہ خوشی دیر تک قائم نہیں رہتی جو دوسرں کو دکھ دے کر حاصل کی گئی ہو۔
☆ کامیاب ہونا چاہتے ہو تو اپنی ناکامیوں پر مسکرا دیا کرو۔
☆ اگر تم تھوڑی دیر کے لیے کسی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ لا سکتے ہو تو سمجھو تم نے بہت کچھ پالیا۔

| عمرانہ زبیری ، کنگ روڈ ۔ ہمیر پور |
|---|

☆ جس کو مسلمان کا غم نہ ہو وہ میری امت میں سے نہیں۔
☆ تین دن سے زیادہ کسی آشنا سے ترکِ کلام نہ کرو۔
☆ تم پر ہر قوم کے معزز آدمی کی تعظیم لازمی ہے۔
☆ کسی انسان کے دل میں ایمان اور حسد اکٹھا نہیں رہ سکتے۔
☆ جو شخص بغیر اجازت اپنے بھائی کے خط کو پڑھے گا وہ آگ کو دیکھے گا۔
☆ خدا سے ڈرنا اور خوش خلقی جنت میں داخل کرے گی۔
☆ غیر کے لیے کوئی صدقہ نہیں جب قریبی رشتہ دار محتاج ہو۔

| جاوید شیخ غلام غوث ، محلہ درگاہ علی چوپڑہ |
|---|

☆ عمدہ چیز کو حاصل کرنا کوئی خوبی نہیں بلکہ اس کو عمدہ طریقے سے استعمال کرنا خوبی ہے۔
☆ جو شخص مصیبت کا بوجھ خوش اسلوبی سے اٹھا سکتا ہے وہ سب سے بہتر کام کر سکتا ہے۔
☆ ہر آدمی اپنا گذشتہ کل کھو چکا ہے، کامیاب وہ ہے جو اپنے آج کو نہ کھوئے۔
☆ اہل ہمت کے پاس مقاصد ہوتے ہیں اور عام لوگوں کے پاس خواہشیں۔

| غوثیہ نشاط ، امیت ۔ رائے گڑھ |
|---|

☆ اللہ جس کی بھلائی چاہتا ہے اس کو دین کی سمجھ دیتا ہے۔ (حدیث نبویؐ)
☆ بہترین یادداشت یہ ہے کہ انسان اپنی نیکیاں اور دوسروں کی زیادتیاں بھولتا جائے۔ (حدیث نبویؐ)
☆ ایمان کے دو حصے ہیں پہلا صبر اور دوسرا شکر۔ (حدیث نبویؐ)
☆ کلام میں نرمی اختیار کرو، لہجے کا اثر الفاظ سے زیادہ ہوتا ہے۔ (امام غزالیؒ)

| جویریہ صدیقہ۔ حیدر آباد |
|---|

☆ دنیا کی حلاوتیں جاہلوں کے لیے ہیں اور تلخیاں عاقلوں کے لیے ہیں۔
☆ دنیا ایک خوش پوش کنواں ہے اس میں عقلمندوں کو احتیاط سے قدم رکھنا چاہیے۔
☆ دنیا کے مال اور اپنے جمال پر غرور مت کر کیونکہ یہ دونوں ایک شب و روز میں زائل ہو سکتے ہیں۔

☆ دنیا میں اگر کچھ بننا چاہتے ہو تو ایک لمحہ بھی ضائع نہ کرو۔
☆ دنیا میں وہی لوگ سر بلند رہتے ہیں جو تکبر کے تاج کو اتار پھینکتے ہیں۔

انیسہ ناز شیخ ساندو، اسلام پورہ کاسودہ

☆ دنیا کی سب سے زیادہ ناگوار اور بد مزہ چیز موت ہے لیکن اس کو چکھنا ہی پڑتا ہے۔
☆ سب سے زیادہ ناپسندیدہ لباس کفن ہے لیکن اسے پہننا ہی پڑے گا۔
☆ موت سے بڑھ کر کوئی حقیقت نہیں، قبر سے زیادہ کوئی جائے عبرت نہیں۔

احتشام اختر، لال چوک، مبارکپور

☆ ضرورتوں کو کم کرلینا سب سے بڑی عقل مندی ہے۔
☆ آدمی کی قابلیت اس کی زبان کے نیچے پوشیدہ ہے۔
☆ اچھے کام کے لیے خاص وقت کا انتظار نہ کرو۔

رخسانہ پروین، جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵

☆ خدا کی نظر میں وہ عظیم ہے جس کا اخلاق بلند ہے۔ (حضورؐ)
☆ دنیا جس کے لیے قید ہے جنت اس کے لیے آرام گاہ ہے۔ (حضرت عثمان غنیؓ)
☆ مصیبت میں آرام کی تلاش مصیبت کو ترقی دیتی ہے۔ (حضرت جعفر صادقؒ)

☆ مایوسی موت کا دوسرا نام ہے۔ (نیلسن)
☆ نیکی کی طرف بلانے والا نیکی کرنے والے کے برابر ہے۔ (سکندر اعظم)

ایاز شاہ جیلانی شاہ، امام باڑہ چوک، مہکر، بلڈانہ

☆ قرآن کی تلاوت بہترین عبادت ہے۔
☆ حیا ایمان کا جزو ہے۔
☆ سچ بات کہو اگرچہ وہ کڑوی معلوم ہو۔
☆ وعدہ قرض کے برابر ہے۔
☆ جو بڑوں کی عزت نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ (حضورؐ)
☆ سب سے بڑی سرمایہ داری دوسرے کی چیز کی امید نہ کرنا ہے۔

بلقیس احمد تانبے، کرجی، تعلقہ کھیڈ

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے دوزخ کی گہرائی بیان کی: فرمایا اگر ایک پتھر جہنم میں ڈالا جائے تو دوزخ کی تہہ میں پہنچنے سے پہلے ستر سال تک گرتا جائے گا۔ اور حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ رسول کریم ﷺ کی خدمت بابرکت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ہم نے کسی چیز کی گرنے کی آواز سنی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ یہ آواز کیا ہے؟ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی خوب جانتا ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا یہ ایک پتھر ہے جس کو خدا نے جہنم کے منہ پر تہہ میں گرنے کے لیے چھوڑا تھا اور وہ ستر

سال تک گرتے گرتے اب دوزخ کی تہہ میں پہنچا ہے یہ اس کے گرنے کی آواز ہے۔
(مسلم شریف)

محمد حنیف ایم نگارچی، نزد جامع مسجد بیجاپور

☆ جس دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت ہو وہ کبھی بوڑھا نہیں ہوتا۔
☆ جس دل میں حق بات کہنے کی جرأت ہو وہ کسی حاکم سے نہیں ڈرتا۔
☆ جس دل میں رحمان کی غلامی کا جذبہ ہو وہ کبھی شیطان کی غلامی برداشت نہیں کرتا۔

عبداللہ مالکی، الکتاب، ارریہ، بہار

موت کی ہولناکی

موت بڑی ہولناک چیز ہے اور اس کے بعد کے واقعات اس سے بھی زیادہ خوف ناک ہیں اور ان کا ذکر کرنا اور یاد رکھنا دین کو بناتا ہے اور اس دار ناپائدار کی محبت کو دل سے نکال لیتا ہے اور دنیا کی محبت ہی ہر گناہ کی جڑ ہے پس دنیا سے قلب کو نفرت اس وقت ہوگی جب موت کا فکر اور خیال ہوگا کہ عنقریب ہم پر کیا قیامت آنے والی ہے۔
(خطبات غزالی)

نور فاطمہ بی، شیواجی چوک راویر

☆ دوسروں کو خوش رکھنے کی کوشش کرو خوشیاں تمھارے قدم چومیں گیں۔
☆ اگر تمھارے دل میں کچھ بننے کی لگن ہے تو ہمت مت ہارو۔
☆ اندھیرے سے مت گھبراؤ کیونکہ ستارے تاریکی میں ہی چمکتے ہیں۔
☆ راستوں کی ویرانی اور جلتی دھوپ سے ڈرنے والے کبھی منزل تک نہیں پہنچ سکتے۔

محمد ادریس، چہل پورہ، منگرول، پیر

☆ اگر تسکینِ دل چاہتے ہو تو مسجدوں کو آباد کرو۔
☆ اگر میری ماں پڑھی لکھی ہوتی تو میں زمین پر جنت اتار دیتا۔
☆ بے نمازی کو قرض نہ دو اس لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے قرض کا پاس نہیں رکھتا تو تمھارے قرض کی پروا کیا کرے گا۔
☆ پرندے اپنے پانو کے باعث دام میں پھنستے ہیں اور انسان اپنی زبان کے باعث۔
☆ کتنی بُری بات ہے کہ تم بظاہر شیطان کو کوستے ہو اور در پردہ اس کے دوست ہو۔
(حضرت علیؓ)

محمد شہباز نظامی، پھتر گاچھ، کشن گنج بہار

☆ فرض نمازوں کو ان کے وقت پر ادا کرنا سب سے بہترین عمل ہے۔
☆ زبان کی حفاظت کرنا دولت کی حفاظت سے زیادہ مشکل اور کٹھن کام ہے۔
(حضرت سلیمانؑ)
☆ جو شخص زبان پر قابو نہیں رکھے گا ہمیشہ پشیمان ہوگا۔ (امام صادقؒ)

☆ عقل مند انسان وہ ہے جو اپنی زبان کو دوسروں کی ملامت سے محفوظ رکھے۔
(مولانا رومیؒ)

☆ جو شخص اللہ پر اور قیامت کے دن پر یقین رکھتا ہے اسے چاہیے کہ وہ اچھی بات منہ سے نکالے ورنہ خاموش رہے۔ (سرکار دو عالمؐ)

نازیہ دلشاد شیخ برہان الدین حافظ پورہ منگرول پیر

☆ جس کے دل میں ذرہ برابر بھی غرور ہوگا وہ جنت میں نہ جائے گا۔
☆ جس میں امانت داری نہیں اس میں ایمان نہیں۔
☆ احسان کرو، اللہ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔
☆ والدین کے ساتھ ادب کے ساتھ گفتگو کرو۔
☆ اختصار گفتگو کی جان ہے۔
جس کی زبان شیریں ہے اس کے دوست بہت ہیں۔

عتیق الرحمٰن عبدالعظیم شیواجی نگر ممبئی

☆ انسانیت کی خدمت ہی خدا کے دین کی خدمت ہے۔
☆ ہمتِ مرداں مددِ خدا۔
☆ نادان دوست سے دانا کی دشمنی اچھی۔

ساجد پرویز، آسے گاؤں منگرول پیر، آکولہ

☆ علم زندگی ہے اس کی قدر کیجیے۔
☆ علم انسانیت ہے اسے اپنائیے۔
☆ علم دین ہے۔ اسے سیکھیے۔
☆ علم روشنی ہے اسے پھیلائیے۔
☆ علم دوستی ہے۔ اسے اپنائیے۔

ضیاء الرحمٰن اعظمی محلہ حیدر آباد مبارک پور

## پڑوسی کا حق

☆ حضور ﷺ پڑوسی کے حق کی اس طرح تاکید فرماتے تھے جو شخص خدا اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو۔ وہ اپنے پڑوسی کو کوئی ایذا اور تکلیف نہ دے۔ ایک دفعہ بڑے جلال کے ساتھ ارشاد فرمایا وہ آدمی کبھی جنت میں نہیں جائے گا جس کا پڑوسی اس کی شرارتوں سے محفوظ نہیں۔

سید شاہد میاں۔ جلیبر

## بکھرے موتی

☆ بہترین نعمت اچھا اخلاق ہے۔
☆ بہترین نیکی پریشان حال کی مدد کرنا ہے۔
☆ بہترین اخلاق کسی کا دل نہ دکھانا ہے۔
☆ بہترین گفتگو نرم گفتگو ہے جو پتھر دل کو بھی نرم کر دیتی ہے۔
☆ بہترین مال وہ ہے جو اللہ کی راہ میں خرچ کیا جائے۔

مجاہد سروے، سونس، کھیڈ رتناگیری

# معلومات

☆ ممتاز محل کا انتقال ۱۷جون ۱۶۳۱ء کو ہوا
☆ تاج محل ۱۶۳۱ء کو تعمیر ہوا۔
☆ تاج محل جمنا کے کنارے واقع ہے۔
☆ تاج محل کے خاص آرکیٹیکٹ استاد احمد لاہوری تھے۔

احتشام اللہ خاں آنولہ بریلی

مغلیہ دور کے بادشاہ
☆ ظہیر الدین محمد بابر ☆ ہمایوں ☆ اکبر
☆ جہانگیر ☆ شاہ جہاں ☆ اورنگ زیب
☆ بہادر شاہ ظفر

فاروق قاسم بیگ، شری رام پور احمد نگر

☆ ماچس: جون واکر نے ایجاد کیا۔
☆ ریوالور: سیموئل کولٹ نے ایجاد کیا۔
☆ قلم: لوئی وائزمین نے ایجاد کیا۔

ممتاز الحسن (زیبا) سید صالح لین کلکتہ

قرآن مجید میں
☆ قرآن مجید میں ۱۱۴ سورتیں ہیں
☆ قرآن مجید میں ۶۶۶۶ آیتیں ہیں۔
☆ قرآن مجید میں ۵۴۰ رکوع ہیں۔
☆ قرآن مجید میں ۱۰۰۰ آیاتِ قصص ہیں۔
☆ قرآن مجید میں ۱۰۰۰ آیاتِ امثلہ ہیں۔
☆ قرآن مجید میں ۱۰۰۰ آیاتِ وعدہ ہیں۔
☆ قرآن مجید میں ۱۰۰۰ آیاتِ وعید ہیں
☆ قرآن مجید میں ۱۰۰۰ آیاتِ امر ہیں
☆ قرآن مجید میں ۱۰۰۰ آیاتِ نہی ہیں۔
☆ قرآن مجید میں ۱۰۰ آیات دعاء ہیں
☆ قرآن مجید میں ۶۶ متفرق آیات ہیں
☆ قرآن مجید میں ۸۶۴۳۰ کلمات ہیں

شبیہ انور، اسٹیشن روڈ تلسی پور گونڈہ

☆ ہندستان میں علی گڑھ یونی ورسٹی ۱۹۲۰ء میں قائم ہوئی تھی
☆ ہندستان میں بحری جہاز کا کارخانہ وشاکھا پٹنم میں ہے۔
☆ ہندستان میں کوئلہ کا سب سے بڑا اسٹاک مغل سرائے میں ہے۔

سلطان ملا، بیلگام کرناٹک

☆ سب سے پہلے حضور ﷺ پر ظہر کی نماز فرض ہوئی۔
☆ سب سے پہلے عراق میں جمعہ کی نماز ماہ صفر ۱۶ھ میں پڑھی گئی۔
☆ سب سے پہلے جامع مسجد مصر میں ۲۱ھ میں بنائی گئی۔
☆ سب سے پہلے سورج گرہن کی نماز بصرہ میں حضرت ابن عباسؓ نے پڑھی۔
☆ سب سے پہلے شفاخانہ ولید بن عبدالملک نے بنایا۔
☆ سب سے پہلے تراویح جماعت کے ساتھ

حضرت عمر فاروقؓ نے جاری کی۔

☆ سب سے پہلے رمضان کے نصف آخر میں دعائے قنوت حضرت عمرؓ نے شروع کی

☆ سب سے پہلے صفاد مروہ کی سعی حضرت ہاجرہ۔ نے کی۔

☆ سب سے پہلے اسلام میں حضرت ابو بکر صدیقؓ نے حج ادا کیا۔

عاصمہ شریف منڈے، رائے گڑھ

☆ روبٹ پر اہنگ دنیا کا سب سے لمبا آدمی تھا جب وہ ۱۳ سال کا تھا تو وہ دنیا کا سب سے بڑا لڑکا کہلاتا تھا۔ اس کا وزن ۲۷۰ پونڈ تھا اور اس کی لمبائی ۷ فٹ ۴ انچ تھا۔ روبٹ پر اہنگ ۲۲ فروری کو پیدا ہوا اور ۱۵ جولائی ۱۹۴۰ء میں اس کا انتقال ہوا۔ مرتے وقت روبٹ پر اہنگ کا وزن ۴۹۰ پونڈ تھا اور لمبائی ۸ فٹ اور ۱۱ انچ تھی۔

افسر علی راوڑ کیلا، اڑیسہ

وڈے کرکٹ میں ہیٹ ٹرک بنانے والے بولر

| | |
|---|---|
| جلال الدین | پاکستان |
| بروس ریڈ | آسٹریلیا |
| چیتن شرما | ہندستان |
| وسیم اکرم | پاکستان |
| کپل دیو | ہندستان |
| عاقب جاوید | پاکستان |
| ڈینی موریسن | نیوزی لینڈ |
| وقار یونس | پاکستان |
| ثقلین مشتاق | پاکستان |
| اینڈی برینڈس | زمبابوے |
| انتونی اسٹیوارٹ | آسٹریلیا |

عفن چیپ اسٹور بہار شریف

۱۴ اکتوبر تاریخ کے آئینے میں

☆ ۱۴ اکتوبر ۱۱۸۷ء میں سلطان صلاح الدین ایوبیؒ نے بیت المقدس کو فتح کیا۔

☆ اسی دن ۱۹۵۸ء میں امریکا نے اپنا پہلا مصنوعی سیارہ خلا میں بھیجا۔

☆ اسی دن ۱۹۶۹ء میں چین نے دو جوہری ہتھیاروں کا اعلان کیا۔

☆ اسی دن ۱۴ اکتوبر ۱۹۷۷ء کو سابق وزیر اعظم اندرا گاندھی کو حراست میں رکھ چھوڑ دیا گیا۔

محمد انور علامہ اقبال چوک شیگاؤں بلڈانہ

☆ ساگ سبزی، پھلوں کو کھانے اور پکانے سے پہلے ضرور دھولینا چاہیے۔

☆ مکھیاں گندگی اور بیماری پھیلاتی ہیں۔

☆ غذا کو چھونے سے پہلے ہاتھ کو اچھی طرح دھولینا چاہیے۔

☆ کھانے کی چیزوں کو ہمیشہ ڈھک کر رکھنا چاہیے۔

زینت پروین، موضع آہر تاجپور سمستی پور

☆ ایکسرے جلد اور گوشت میں سرایت کر سکتی ہے لیکن ہڈی کے پار نہیں جاسکتی۔

اس لیے ایکسرے کی مدد سے جسم کے اندر ٹوٹی ہوئی ہڈی کا پتا لگایا جا سکتا ہے۔ ایکسرے کی وجہ سے زندہ خلیات برباد ہو جاتے ہیں اس لیے جلد کے امراض اس کے ذریعے ختم کیے جا سکتے ہیں۔

محمد نجیع اللہ خاں ، عزیز پورہ بیڑ

☆ یمن میں ایک نہر ہے صبح کو مشرق سے مغرب کی طرف اور شام کو مغرب کی طرف سے مشرق کی سمت بہتی ہے۔

☆ عراق کے کسی خطہ میں پانی کا ایک چشمہ ہے جہاں پر کوئی مریض جا کر پانی پی لے تو وہ مرض دور ہو جائے گا۔

☆ سر زمین سقلاب میں ایک دریا ہے جو صرف سنیچر کو جاری ہوتا ہے باقی دنوں میں خشک ہو جاتا ہے۔

ضمیر احمد ، پورہ دلھن مبارک پور یوپی

☆ پہلی خاتون ہائی کورٹ کی جج : لیلا سیٹھ
☆ پہلی خاتون بیرسٹر : کارنولیو سراب جی
☆ پہلی خاتون آئی اے ایس : آنا جارج
☆ پہلی خاتون آئی پی ایس : کرن بیدی
☆ پہلی خاتون سرجن : ڈاکٹر پریما مکھرجی
☆ پہلی خاتون سپریم کورٹ کی جج : فاطمہ بی بی
☆ پہلی خاتون جس نے اولمپک کھیلوں میں حصہ لیا : (میری)

فوزیہ پروین - چھپرہ ، بہار

☆ قیاس ہے کہ تواریخ کی سب سے پہلی جنگ انگلینڈ کی ایکس علاقے میں ہوئی تھا۔ یہ جنگ تقریباً ۲۰۰۰۰ ق م میں ہوئی تھی

☆ انگلینڈ اور فرانس کے بیچ چلنے والی سو سالہ جنگ (۱۳۳۸-۱۴۵۳) تاریخ کی سب سے لمبی جنگ تھی۔

☆ ۲۷ اگست ۱۸۹۶ء کو برطانیہ وزنجیبار کے بیچ صبح 9.02 بجے سے 9.40 بجے تک ۳۸ منٹ تک چلنے والی جنگ سب سے کم وقت کی جنگ ہے۔

☆ دوسری جنگ عظیم میں سب سے زیادہ انسانوں کی موت ہوئی۔ اس جنگ میں تقریباً ۵ کروڑ ۴۸ لاکھ لوگ مرے (جس میں ایک کروڑ ۵۶ لاکھ فوجی بقیہ غیر فوجی) تھے۔

☆ چین کا "تائی پنگ کی بغاوت" دنیا کی سب سے بڑی خانہ جنگی تھی جس میں تین کروڑ لوگ مارے گئے تھے۔

☆ سب سے بڑی سمندری لڑائی خلیج کیٹی (Lcyle Gulf) میں دوست ممالک اور جاپان کے بیچ لڑی گئی۔ یہ جنگ ۱۹۴۴ء میں لڑی گئی دوست ممالک کے ۱۶۶ جہازوں نے اور جاپان کے ۶۵ جہازوں نے حصہ لیا۔

☆ ابھی تک دو جنگ عظیم ہوئی ہیں یعنی پہلی جنگ عظیم (۱۹۱۴-۱۸ء) اور دوسری جنگ عظیم (۱۹۳۹-۴۵ء)

☆ مذہب کے نام پر لڑی جانے والی جنگوں میں سب سے بڑی جنگ "صلیبی جنگ"

(Crusades) جنگ مشرق وسطی میں ۱۰۹۵ء سے لے کر ۱۲۷۱ء تک لڑی گئی

☆ دنیا کی سب سے مسلح فوج روس کی تھی ۱۹۸۶ء میں اس فوج میں ۵۱۳۰۰۰۰ سپاہی تھے۔

☆ دنیا کی سب سے بڑی فوج بحری فوج امریکا کی ہے۔ ۱۹۸۶ء میں اس فوج میں ۵۷۰۹۷۳ سپاہی اور ۵۷۱۹۶۲ بحری جہاز تھے۔

☆ دنیا کی سب سے بڑی فضائی فوج امریکا کی ہے۔ ۱۹۸۶ء میں اس فوج میں ۶۰۵۸۰۵ سپاہی اور ۷۸۸۴ لڑاکو طیارے تھے۔

رعنا جاوید (پتا نہیں لکھا)

☆ جنگ احد میں حضور ﷺ پر حملہ کرنے والے کا نام غورث ابن حارث تھا۔

☆ جنگ بدر میں جس کافر کو حضور ﷺ کا نیزہ لگا تھا اس کا نام امیہ بن خلف تھا۔

☆ جنگ بدر میں حاصل ہونے والی تلوار کا نام ذوالفقار تھا جسے حضور ﷺ نے اپنے لیے پسند فرمایا تھا۔

☆ حضور ﷺ کی قبر مبارک حضرت ابو طلحہؓ نے کھودی تھی۔

یاسمین اختری، مرزا پور دیارن ارریہ بہار

**ممالک اور ان کا رقبہ**

| | |
|---|---|
| افغانستان | ۶۴۷۴۹۷ کلومیٹر |
| مصر | ۱۰۰۱۴۴۹ کلومیٹر |
| اردن | ۹۷۷۴۰ کلومیٹر |
| لیبیا | ۱۷۵۹۵۴۰ کلومیٹر |
| پاکستان | ۸۰۳۹۴۳ کلومیٹر |
| سوڈان | ۲۵۰۵۸۱۳ کلومیٹر |
| ہندستان | ۳۲۸۷۵۹۰ کلومیٹر |

ماجد علی خاں، مالیر کوٹلہ پنجاب

☆ بابر کو ہندستان پر حملہ کرنے کے لیے دولت خاں لودھی نے کہا تھا۔

☆ پانچ سال کی عمر کے بچوں کے بیس دانت ہوتے ہیں۔

☆ دنیا کا سب سے پرانا چڑیا گھر لندن میں ہے

☆ سال کا سب سے بڑا دن ۲۹ جون اور سب سے چھوٹا دن ۲۲ دسمبر ہوتا ہے۔

وسیم رضا، اشرفیہ جونیر اسکول مبارک پور

☆ ۲۰ ستمبر ۶۲۲ء کو حضرت عمرؓ کے مشورے سے اذان کی ابتدا ہوئی۔

☆ ۶۲۳ء میں مسلمانوں کے لیے ماہ رمضان میں روزے فرض کیے گئے۔

☆ ۸۲۷ میں مکہ معظمہ میں مسجد الحرام کی تعمیر ہوئی۔

شبنم ناز سید معصوم علی، پردیسی پورہ بلڈانہ

☆ مصر کو دریائے نیل کا تحفہ کہتے ہیں

☆ بحرین کو موتیوں کا جزیرہ کہا جاتا ہے

☆ دنیا کا سب سے بڑا سیاح ابن بطوطہ ہے

☆ دنیا میں کل ستائیس ہزار زبانیں بولی جاتی ہیں

محمد جاوید شیخ محمد حیات شیخ، ذونگاؤں مہکر، بلڈانہ

# گدگدیاں

☆ایک ریلوے اسٹیشن کے باہر چھوٹی دکانیں تھیں ان میں سے ایک دکان کے باہر لکھا ہوا تھا۔ "ٹانگوں کی ضرورت ہے۔"
لوگوں کی نظر جب اس بورڈ پر پڑتی تو وہ کچھ حیرت اور دلچسپی سے اس کی طرف دیکھتے پھر آگے بڑھتے کہ دیکھیں اس کے نیچے کیا لکھا ہوا ہے موٹے حروف کے نیچے انھیں یہ عبارت نظر آتی۔
"ہماری سلی ہوئی پتلونوں میں ڈالنے کے لیے۔"

محمد نعیم صدیقی فخر آباد محلہ پاتھری، پربھنی

☆ایک کنجوس مر گیا، مرنے کے بعد جب اس نے جنت کا دروازہ کھٹکھٹایا تو دربان نے کہا تم یہاں کیوں آئے ہو کنجوس نے کہا میں اندر جانا چاہتا ہوں۔ دربان نے پوچھا "کیا تم نے کوئی نیک کام کیا ہے؟"
کنجوس: ہاں! کل ہی میں نے بڑھیا کو دس پیسے دیے، پانچ سال پہلے میں نے ایک اپاہج کو پانچ پیسے دیے۔"
دربان نے جھلا کر کہا "یہ لو پندرہ پیسے اور دوزخ میں جاؤ۔"

عارف اقبال تانبے، کرجی، کھیڈ رتناگیری

☆ عورت: (پولیس اسٹیشن میں) انسپکٹر صاحب مجھے بچائیے۔
انسپکٹر: کیا ہوا تم کو؟
عورت: میرے شوہر نے مجھے مٹی کے تیل کا ڈبہ دکھایا ہے۔
انسپکٹر: کہاں ہے تمھارا شوہر؟
عورت: باہر ہے۔
انسپکٹر: اندر آئیے آپ نے اپنی بیوی کو مٹی کے تیل کا ڈبہ کیوں دکھایا؟
شوہر: انسپکٹر صاحب! میری بیوی مجھے ہر دن بیلن دکھایا کرتی ہیں اس لیے میں نے مٹی کے تیل کا ڈبہ دکھایا ہے۔

اسمٰعیل خاں، جے، کے امراوتی

☆ایک گنجے لیڈر نے اپنی تقریر کے دوران سوال کیا "ایسا کون سا کام ہے جو ہم نہیں کر سکتے؟"
بھیڑ میں سے آواز آئی "آپ کنگھی نہیں کر سکتے۔"

مسعود احمد خاں، صمد نگر بھیونڈی

☆ایک پروفیسر صاحب سے ان کی بیوی نے کہا "پتا ہے ہمارا منّا اب چلنے لگا ہے؟
پروفیسر بولے "کب سے؟"
بیوی نے کہا "آٹھ دن ہو گئے"
پروفیسر صاحب گھبرا کر بولے: "ارے تم اب بتا رہی ہو وہ تو کافی دور نکل چکا ہوگا"

محمد ساجد الحق، محلہ اسلام نگر ارریہ بہار

☆ایک شخص رات گئے سڑک پر گھوم رہا تھا پولیس افسر نے اُسے آوارہ گردی کے الزام میں گرفتار کرتے ہوئے پوچھا۔
"رات لو دو بجے سڑکوں پر گھومنے کا کیا مطلب ہے؟"
اس شخص نے جواب دیا"
"اگر میرے ذہن میں اس کا جواب ہوتا تو کبھی کا گھر پہنچ کر وہ جواب بیوی کے سامنے پیش کر چکا ہوتا"

عرفان جاوید عبدالحمید ٹیکری پورہ منگرول پیر

☆ڈرل ماسٹر لڑکوں کو سمجھا رہا تھا کہ جب میں "ڈس مس" کہوں تو کلاسوں سے چلے جائیں۔ ابھی ماسٹر نے ڈس ہی کہا تھا کہ تمام لڑکے بھاگ کھڑے ہوئے لیکن ایک لڑکا کھڑا رہا۔ ماسٹر صاحب نے پوچھا"تم کیوں کھڑے ہو "لڑکا معصومیت سے بولا" جناب میں 'مس' کا انتظار کر رہا ہوں"

محمد عقیل خاں سرونجی ، ندوۃ العلماء لکھنؤ

☆سڑک پر ایک ہاتھی مرا ہوا پڑا تھا اور اس کے قریب ایک شخص بیٹھا زار و قطار رو رہا تھا۔ چند راہ گیر جمع ہو گئے اور اس سے پوچھنے لگے کہ کیا یہ آپ کا ہاتھی تھا اور آپ کو اس کے مرنے کا بہت دکھ ہے؟"
وہ صاحب بولے" جی نہیں، بلکہ مجھے اس کے لیے قبر کھودنے کا حکم دیا گیا ہے'

تقی اطہر ، موڈہ۔ ضلع کشن گنج بہار

☆دو بچے آپس میں باتیں کر رہے تھے ایک بچہ بولا :" میرے ڈیڈی جب سڑک پار کرتے ہیں تو بہت زیادہ ڈرتے ہیں؟"
دوسرا بچہ بولا......اچھا.... "لیکن تم کو کیسے معلوم ہوا؟"

پہلا بچہ بولا :"کیونکہ جب میرے ڈیڈی سڑک پار کرتے ہیں تو وہ میری انگلی پکڑ لیتے ہیں۔"

سید اسمٰعیل سید چاند ، ناندورہ بلڈانہ

☆کسی کنجوس زمین دار نے اپنے ایک کاشت کار سے ایک کتے کی فرمایش کی۔ کچھ دن بعد کاشت کار ایک موٹا تازہ کتا لے کر حاضر ہوا۔ اور اُسے کنجوس زمین دار کی خدمت میں پیش کیا۔
زمین دار نے منہ بنا کر کہا" یہ تو بہت تندرست ہے، میں تو دبلا پتلا چاہتا تھا"
کاشت کار نے ہنس کر جواب دیا" حضور، فکر نہ کریں۔ یہ آپ کے پاس رہے گا تو کچھ دنوں میں ویسا ہی ہو جائے گا جیسا آپ چاہتے ہیں"

سید عمران پاشا، احمد پور، کرناٹک

☆مالک (نوکر سے) تم کس قدر غلیظ آدمی ہو تمھارے بدن سے بو آتی ہے۔ کیا تم نہاتے نہیں؟
نوکر : جناب اس سے پہلے ایک ڈاکٹر کے ہاں ملازم تھا۔ وہ کہا کرتے تھے کہ کھانا کھانے کے تین گھنٹے بعد نہانا چاہیے لیکن جب سے

میں حضور کے پاس آیا ہوں پیٹ بھر کر کھانا نصیب ہی نہیں ہوا۔ آپ خود فرمائیں کہ نہاؤں تو کس طرح ؟"

محمد سیف الدین، چندن بارا، چمپارن بہار

☆ میاں : (بیوی سے) دیکھو یہ گھڑی میں نے دوڑ نے میں اوّل نمبر آنے پر جیتی تھی۔
بیوی : دوسرے اور تیسرے نمبر پر کون تھا؟
میاں : دوسرے نمبر پر گھڑی کا مالک اور تیسرے نمبر پر پولیس والا۔

مرزا علیم بیگ، وکرولی، گھاٹ کوپر ممبئی

☆ ٹریفک کا سپاہی گشت کرتا ہوا ایک ایسی جگہ پہنچا جہاں گاڑیاں کھڑی کرنا منع تھا وہاں ایک پرانی موٹر کھڑی تھی جب وہ اس کا چالان کرنے کے لیے پہنچا تو اس نے شیشے پر ایک کاغذ چپکا ہوا پایا جس پر لکھا ہوا تھا "موٹر چلتے چلتے رک گئی ہے دھکا لگوانے کے لیے آدمی لینے جا رہا ہوں"۔ اس پر سپاہی چالان کیے بغیر واپس چلا گیا۔ دو گھنٹے بعد وہ ادھر سے پھر گزرا تو موٹر کو اسی جگہ پایا۔ اس دفعہ اس نے پرچی پڑھی تو لکھا تھا "دھکا لگوانے سے کام نہیں بنا اب مستری لینے جا رہا ہوں۔" تیسری بار جب سپاہی نے موٹر کو بدستور اپنی جگہ پایا تو اس مرتبہ اس پر اشتہار چسپاں تھا "برائے فروخت"۔

زین الاسلام، پرانی بستی مبارک پور

☆ استاد نے شاگرد کو ایک ڈنڈا رسید کیا تو شاگرد نے پوچھا :
شاگرد : کیا آپ کے استاد بھی آپ کو مارتے تھے ؟
استاد : جی ہاں
شاگرد : اور آپ کے استاد کے استاد بھی آپ کے استاد کو مارتے تھے ؟
استاد : جی ہاں
شاگرد : تو کیا صدیوں سے چلی آ رہی مار پیٹ کو ختم نہیں کیا جا سکتا ؟

کرم اللہ چمپارنی، جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی ۲۵

☆ جنگ کوریا میں امریکی لائن ڈویژن کا کمانڈنگ جنرل ایک روز فوجی معائنے کے لیے نکلا ہی تھا کہ قریب کی پہاڑی سے دشمن کے کسی سپاہی نے یکے بعد دیگرے تین فائر کیے۔ گولیاں سنسناتی ہوئی جنرل کے اوپر سے گزر گئیں۔ جنرل بدحواس ہو کر مورچے میں کود گیا جہاں ایک سارجنٹ رائفل سنبھالے بیٹھا تھا "اس شخص کا پتا لگاؤ جس نے فائرنگ کی ہے" جنرل نے حکم دیا۔ "سر! ہمیں اچھی طرح معلوم ہے کہ وہ کہاں چھپا ہوا ہے ؟" سارجنٹ نے جواب دیا۔
"پھر تم نے اسے شوٹ کیوں نہیں کیا ؟" جنرل غصے سے چلایا۔ نوجوان سارجنٹ نے جنرل کو بیوقوف سمجھ کر اسی لہجے میں جواب دیا "یہ آدمی تقریباً چھ ہفتے سے ہم پر فائرنگ کر رہا ہے لیکن آج تک وہ ہمارے کسی

آدمی کو ہلاک نہیں کر سکا۔ ہم نے محض اس ڈر سے اسے مارنے کی کوشش نہیں کی کہ کہیں دشمن بعد میں کسی ایسے شخص کو نہ بھیج دے جس کا نشانہ اچھا ہو۔"

ریاض احمد صدیقی لہریا سرائے دربھنگہ

☆ایک آدمی کتاب ہاتھ میں لیے زور زور سے قہقہے لگا رہا تھا۔ دوسرے آدمی نے پوچھا "کیوں ہنس رہے ہو؟ کیا کوئی مزے دار لطیفہ ہے؟" اس نے جواب دیا "جی ہاں! لکھا ہے "ہنسنے سے خون بڑھتا ہے"۔

اے جی شیخ منیار، سنت کبیر وارڈ بھنڈارہ

☆سیاح خاوند: میں تمھارے لیے افریقہ سے ایک بندر لایا تھا وہ راستے میں ہی چھوٹ کر بھاگ گیا۔

بیوی: "چلو وہ نہ سہی تم تو آگئے۔"

دانش خورشید، حاجی نگر، آسنسول

☆ایک صاحب جنھیں کنجوسی کا مرض لاحق تھا، دانتوں کے ڈاکٹر کے پاس گئے اور اپنا درد کرتا ہوا دانت دکھلایا۔ ڈاکٹر نے چیک کرنے کے بعد کہا کہ اسے نکالنا ہی پڑے گا۔ کنجوس نے پوچھا "کتنے پیسے لگیں گے؟" ڈاکٹر نے جواب دیا "دو سو روپے"

کنجوس بولا: "یہ لو پچاس روپے اور اسے تھوڑا سا ڈھیلا کر دو۔"

ایم اے معید، آر موڑ نظام آباد

☆استاد: (شاگرد سے) نصیر تم کیوں غیر حاضر تھے؟"

نصیر: جناب میں اپنے بھائی کی شادی کی تقریب میں شرکت کے لیے گیا تھا"

استاد: تمھارے بھائی کی کس سے شادی ہوئی؟"

نصیر: جناب ایک لڑکی سے"

استاد: (مسکرا کر) تو کیا کسی مرد سے بھی شادی ہوا کرتی ہے؟"

نصیر: جی ہاں، میری باجی کی شادی ایک مرد سے ہوئی تھی"

محمد محبوب زاہد خاں، مراد پور بنگرا

☆بیٹا: ابو بتایئے کیا آپ اندھیرے میں لکھ سکتے ہیں؟

باپ: ہاں، کیوں نہیں۔

بیٹا: تو پھر بتی بجھا دیجیے اور میری رپورٹ پر دستخط کر دیجیے۔

ضیاء الرحمٰن اعظمی، محلہ حیدر آباد مبارکپور

☆ایک دوست نے دوسرے دوست سے کہا "آپ کی صحت پہلے سے بہت بہتر ہوگئی ہے آپ کس چکی کا آٹا کھاتے ہیں؟"

دوسرے دوست نے کہا "جیل کی چکی کا۔"

عرفات عالیہ۔ مراد پور بنگرا

# آدھی ملاقات

☆ آپ کا پرچہ پیام تعلیم محترم استاد جناب محمد فضل اللہ قریشی صاحب نے ہمارے اسکول میں جاری کیا تو آج کئی بچے، بچیاں اس کے خریدار بلکہ اس کے دیوانے ہیں، ہمارا اسکول الحمد اللہ دینی ہے۔ ہمارے اساتذہ بڑی محنت اور خلوص سے نئی نسل کی تعلیم و تربیت کر رہے ہیں۔ ایس آئی او، اور جی آئی او کی طرف سے چلڈرن سرکل کے ہفتہ وار اجتماعات ہوتے ہیں جس میں پیام تعلیم کے مضامین بہت فائدے مند ثابت ہو رہے ہیں میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ایسا بہترین اور پاکیزہ رسالہ نکالنے کا بھرپور اجر عنایت فرمائے ہم مزید خریدار بنانے کی فکر میں ہیں اللہ ہماری مدد کرے۔

نازیہ بیگم سلطانہ رحمانیہ اسکول آرمور

☆ صرف پیام تعلیم ہی ایک ایسا رسالہ ہے جس کی وجہ سے مجھ میں اتنی ہمت پیدا ہوئی کہ میں کسی رسالے کو کچھ لکھ کر بھیج سکوں۔ آپ نے مجھے اعتراف نامہ بھیج کر میری بہت حوصلہ افزائی کی ہے۔ بہت کوششوں کے بعد ایک کہانی[1] لکھ پائی ہوں اگر آپ کہیں تو وہ ارسال کرنے کی ہمت کر سکتی ہوں آپ کی حوصلہ افزائی میرے لیے بے انتہا ضروری ہے۔

[1] کہانی ضرور بھجوائیے (ادارہ)

سید ممتاز سلطانہ نزد بوائے اردو گرلز اسکول کلب

☆ یہ بھی ایک اتفاق ہے کہ میں اپنی ایک سہیلی کے یہاں شادی میں گئی تھی جو پونہ سے قریب قریب پندرہ کلو میٹر دور ایک قصبے میں رہتی ہے وہاں پیام تعلیم دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئی۔ مراٹھی زار خطے میں دہلی کا ماہنامہ۔ اللہ تیری شان۔ وہ لوگ تعلیم یافتہ ہیں۔ کھاتا پیتا گھر ہے۔ مبارک باد قبول کیجیے

نازیہ پروین دھولیہ مہاراشٹر

☆ میں آپ کا رسالہ ساتویں کلاس سے پڑھ رہا ہوں۔ ہوا یوں کہ میں اپنے دوست کے ساتھ کچھ کتابیں لینے شمشاد مارکیٹ گیا، وہیں پر مجھے پیام تعلیم نظر آیا میں نے جب اسے دیکھا تو مجھے اچھا لگا کیونکہ اس رسالے میں ہر طرح کے مضامین تھے سائنسی، ادبی، مذہبی۔ میں نے اسے خرید لیا اور جب سے برابر پڑھ رہا ہوں۔ اللہ کا فضل ہے کہ اب میں ڈپلومہ کر چکا ہوں یا یوں کہوں کہ مجھے اس رسالے کو پڑھتے ہوئے سات سال ہو گئے۔

شمش تبریز خاں، زہرا باغ، علی گڑھ

☆ ماہ دسمبر ۹۶ء کا پیام تعلیم نظر نواز ہوا۔ اپنے پیارے بھانجے محمد مستان کا شعر "پیام تعلیم" میں دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ مستان تو اپنا شعر پیام تعلیم میں دیکھ کر پھولے نہیں

سمارہا تھا اور گھر میں سبھی کو بتاتا پھر رہا تھا۔
میں اس رسالے کے ذریعے مستان کو مبارکباد دینا چاہتی ہوں اور بارگاہ الٰہی میں اس کی کامیابی کے لیے دعاگو ہوں۔

شاہدہ شاہین محمد ظہیر الدین بدنیرہ بھولجی

☆ پیام تعلیم جو کہ بچوں کا رسالہ ہے لیکن اسے بڑے بھی دلچسپی سے پڑھتے ہیں اس لیے کہ اس وہبی معلومات کا خزانہ ہوتا ہے۔

زبیر احمد بڑھئی پورہ، منگرول پیر آکولہ

☆ میں پیام تعلیم کا بے حد شوقین ہوں اور بہت دنوں سے اس کا مطالعہ کر رہا ہوں اور اس کی ترقی کے لیے دعاگو ہوں۔

محمد شہزاد عالم، نیشنل اکیڈمی آزاد نگر اررریہ

☆ مورخہ ۲۳ دسمبر ۹۶ء کو میرے دادا جناب تہذیب حسین صاحب اللہ کو پیارے ہوگئے۔ تمام قارئین پیام تعلیم سے دعائے مغفرت کی گزارش ہے۔
نوٹ: ادارہ پیام تعلیم بھی تہذیب حسین مرحوم کی مغفرت کے لیے دعاگو ہے۔

محمد مبشر حسین خالد آئی ایس ایس ہال علی گڑھ

☆ فروری ۹۷ء کا پیام تعلیم ملا۔ پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔ تمام مضامین پسند آئے، قابل تعریف مضامین عید کا پیغام، اپنی مدد آپ، عید ملن، خلائی ایڈونچر سیریز، اور بچوں

کی کوششیں تھے ان کے لکھنے والے تمام بھائی بہنوں کو آدھی ملاقات کے ذریعے شکریہ ادا کریں اور حکیم صاحب کے مشورہ بھی اچھے ہیں

نشاط کوثر، بکل گوڑہ، عادل آباد

☆ میں پیام تعلیم کا نیا نیا پیامی ہوں ابھی کچھ دنوں سے ہی پڑھنا شروع کیا ہے۔ ماہ ستمبر کا پیام تعلیم اول تا آخر پڑھا سارے مضامین اچھے ہیں خصوصاً "عقل کا امتحان" ڈاکٹر سید حامد حسین کا بہت ہی اچھا لگا۔

محمد شارق احمد خاں محلہ شیر محمد بھیگودربھنگہ بہار

☆ دسمبر کا پیام تعلیم ملا۔ بے حد پسند آیا سبھی مضامین ایک سے بڑھ کر ایک ہیں، معلومات اور اقوال زریں، قبر کا زینہ بہت اچھا لگا۔

علیم احمد، بھوپت پور، پیرہ ابد

☆ ستمبر کا پیام تعلیم جس دن بازار میں آیا اسی دن اس کو میں نے خرید لیا کیونکہ جس ماہ سے خلائی ایڈونچر سیریز آپ نے شروع کی ہے ہم اس کا بہت بے صبری سے انتظار کرتے ہیں۔

محمد تنویر قمر، بڑا مجلس پور بستہ، پچھم بنگال

☆ ماہ جنوری ۹۷ء کا نیا شمارہ نظر نواز ہوا تمام کالم پسند آئیں۔ بچوں کی کوششیں زیادہ تر اسلامی معلومات پر مبنی تھی پڑھ کر معلومات میں کافی اضافہ ہوا۔ معلومات کے کالم میں بھی نئی نئی معلومات حاصل ہوئیں۔ یہ

رسالہ صرف بچوں کے لیے ہی نہیں بلکہ بڑوں کے لیے بھی کار آمد ہے۔

اشفاق عمر کوپے، یوسف ہاؤس، ممبئی ۱۰

☆ ماہ دسمبر کا رسالہ پیام تعلیم پہلی بار نظر نواز ہوا۔ پڑھ کر دل باغ باغ ہو گیا۔ اس کی کہانیاں اور نظمیں پسند آئیں۔ ہمارے سارے خاندان کے سبھی افراد اس رسالے کو پڑھ کر بہت خوش ہوئے۔ اللہ کرے پیام تعلیم دن دونی رات چوگنی ترقی کرے۔

خدیجہ پروین محمد اشفاق منیار محلہ نندوبار

☆ پیام تعلیم ماہ اکتوبر ۹۶ء نہایت مفید اور ہدایت و نصائح سے پر ہے میری آپ سے التماس ہے کہ بندۂ ناچیز (جو ایک طالب علم ہے) کو پیام تعلیم کی مستقل رکنیت دی جائے۔

سید لیاقت علی۔ پونچھ، کشمیر

☆ میں اپنا خریداری نمبر ختم کرنے والا تھا مگر آپ بلا ناغہ ۳ ماہ تک پیام تعلیم روانہ کرتے رہے اس کا شکریہ۔ آپ کی دوستی کو دیکھتے ہوئے میں =/۴۵ روپے روانہ کر رہا ہوں۔

ندیم اعظمی، نگریا جہان پور محمد پور اعظم گڑھ

☆ مجھے پیام تعلیم ہر ماہ آسانی مل جاتا ہے۔ "عقل کا امتحان" پڑھا دل باغ باغ ہو گیا۔ اڈیٹر صاحب اور تمام پیامیوں کو نیا سال یعنی ۱۹۹۷ء مبارک ہو۔

امیر احمد ولید پوری، محلہ بھٹی ضلع مؤیوپی

☆ پچھلے تین سالوں سے رسالے کا مطالعہ کر رہا ہوں۔ دل کی بات پوچھیے تو ہندستان میں ابھی تک اس کے جیسا کوئی پرچہ نہیں نکلا۔

محمد نورالعظیم صدیقی، پھلت، مظفر نگر

☆ میں آپ کی بہت بہت شکر گزار اور احسان مند ہوں کہ آپ نے میری کہانی خوشی سے زیادہ غم، شائع کی۔ مجھے آپ سے یہی امید تھی کہ آپ ضرور اس کہانی کو شائع کریں گے۔

فاطمہ احتشام مکی۔ برداہا دربھنگہ بہار

☆ جنوری کے پیام تعلیم میں گدگدیاں، اقوال زریں، معلومات، اشعار، مجھے اور میرے گھر والوں کو بہت پسند آئے اور میرا دل باغ باغ ہو گیا۔

جمیل شیخ، شنی پیٹ جلگاؤں

☆ جب پہلی بار میرا پیام تعلیم سے سامنا ہوا تب سے میں بے چین ہوں کہ میں بھی آپ کی محفل میں شامل ہو جاؤں۔ میں صرف آپ کو خط لکھ رہا ہوں اور التجا کر رہا ہوں کہ آپ مجھے اچھی طرح بتا دیں کیونکہ رسالہ منگانے کے لیے ہر مہینے مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

ایک مبلغ =/۴۵ روپے بذریعہ منی آرڈر

ماہنامہ "پیام تعلیم جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵" کے نام پر روانہ فرمادیں۔ رسالہ سال بھر کے لیے جاری کردیا جائے گا (ادارہ)

**ناصر خاں اشرف خاں، ترپولہ، تعلقہ سلوڑ**

☆ پیام تعلیم کا شمارہ فروری ۹۷ء موصول ہوا پڑھ کر بڑی خوشی ہوئی، خاص کر "عید کا پیغام" خلائی ایڈونچر سیریز، کمپیوٹر، اپنی مدد آپ، پسند آئیں۔

**عبدالرشید رحمانی۔ بارہمولہ، کشمیر**

☆ پیام تعلیم کے دو شمارے اکتوبر اور نومبر کے دستیاب ہوئے۔ پڑھ کر بہت خوشی ہوئی گدگدیاں اور دوسرے سبھی مضامین پسند آئے۔ ماشاءاللہ بہت ہی بہترین رسالہ ہے۔

**محمد عبداللطیف ۔ تیر گلی، بودھن**

☆ پیام تعلیم میں اپنا نام دیکھ کر بہت خوشی ہوئی ساری کہانیاں اچھی تھیں خاص طور پر معلومات، اقوال زریں بہت پسند آئے۔ میری امی جان اور ابا جان بہت خوش ہوئے جب میں نے ان کو پیام تعلیم دکھایا تو وہ کہنے لگے اللہ تعالیٰ تمھیں ترقی دے۔

**محمد اختر، فرخ آباد محلہ، پاتھری، پربھنی**

☆ پیام تعلیم کا مطالعہ میں ایک سال سے کر رہا ہوں۔ رسالہ کا مطالعہ کرنے کے بعد میرا دل ہمیشہ خوشی سے جھوم اٹھتا ہے۔ آپ نے فروری کے رسالہ میں خریداری نمبر پر لال نشان لگا کر ہمیں آگاہ کردیا اور اسی وقت میں نے آپ کو مبلغ =/۴۵ روپے بذریعہ منی آرڈر روانہ کردیے۔ روپے ملتے ہی ہمیں اطلاع کریں۔ آخر میں ان تمام قلم کاروں کا شکر گزار ہوں جو اس رسالے کے لیے کچھ نہ کچھ لکھتے رہتے ہیں۔

**عبدالرشید محمد بھساری، جتال، شرول**

☆ ماہ جنوری کا شمارہ دیکھ کر طبیعت خوش ہوگئی حکیم محمد سعید صاحب اپنے صفحہ "جاگو جگاؤ" میں بڑی پُر اثر بات کہہ جاتے ہیں۔ مقابلہ جاتی امتحان کے سلسلہ میں ڈاکٹر سید حامد حسین کے قسط وار مضامین شائع کر کے آپ نے ایک انقلابی قدم اٹھایا ہے۔ اردو رسائل میں طالب علم کی راہنمائی نہ کے برابر ہے آپ نے اس کی کو پورا کردیا۔ اس سلسلہ کو جاری رکھیے۔ یوسف ناظم کی شگفتہ تحریر اور کالم گدگدیاں کے ساتھ ساتھ جگہ جگہ چسپاں لطیفے دل و دماغ کو تروتازہ کردیتے ہیں۔ سائنسی مضامین کا سلسلہ برائے مہربانی جاری رکھیے۔ میں اردو اسکول میں معلم ہوں اپنے بچوں کو پیام تعلیم پڑھتے دیکھ کر بڑی خوشی ہوتی ہے واقعی آپ نے اس چھوٹے سے دسترخوان میں بچوں کی روحانی، مذہبی، ادبی، ذہنی معلوماتی غرض ہر قسم کی خوراک کا انتظام کر رکھا ہے اور ہم نے ایجنسی بھی اسی لیے لے رکھی ہے کہ ہمارے سماج میں پڑھنے کا جو ذوق ختم ہو رہا ہے اس کی بازیافت ہو سکے۔

**شیخ ارشد احمد عبدالرزاق، چوپڑا، جاگاؤں**

☆ بچوں کا مشہور و مقبول ماہنامہ مارچ ۹۷ء کا شمارہ حسب معمول دستیاب ہوا۔ مجھے اس ماہ بزرگ قلم کاروں کی تحریریں بہت پسند آئیں اور بچوں کی نگارشات اور دیگر مستقل کالم بھی بے حد پسند آئے۔ اور ہاں میری طرف سے مالیگاؤں کے پیامیوں اور مکتبہ اطفال کو خصوصی انعام ملنے پر بہت بہت مبارک باد۔

**ارشاد احمد عبدالقیوم قریشی آستانہ کارنجہ**

فیس داخلہ کچھ نہیں آپ جتنے حل چاہیں بھیج سکتے ہیں لیکن ہر حل کے ساتھ ایک ٹوکن آنا ضروری ہے

# پیام اَدَبی مُعمّا نمبر 100

## 1500 روپے کے نقد انعامات

دفتر پیام تعلیم میں حل وصول ہونے کی آخری تاریخ ۱۹ اپریل ۱۹۹۷ء ہے۔

پہلا انعام: صحیح حل پر مبلغ 1000۔ دوسرا انعام: ایک غلطی والے حل پر 500۔ روپے کی کتابیں

تفصیل لکھنے کی ضرورت نہیں، جس لفظ کو آپ صحیح سمجھتے ہوں اسے ہی نمبر وار لکھیے

(۱) کسی شہر میں ایک ............ تھا (کسان / راجا / بادشاہ / فقیر)
(۲) جس کا نام ............ تھا (کلیم / سلیم / سلمان / شمیم)
(۳) بڑے مزے دار ............ ہے (برفی / چائے / کھیر / کافی)
(۴) آپؐ فوراً ...... کی خدمت میں حاضر ہوئے (حضرت عمرؓ / حضرت ابوبکرؓ / حضرت عثمان غنیؓ / حضرت علیؓ)
(۵) وہ اسی ............ میں گم تھا (خیال / سوچ / بھیڑ)
(۶) وہ ............ جانتا تھا (کھیلنا / دوڑنا / تیرنا / راز)
(۷) اس نے پہلی بار یہ ............ سنا تھا (جملہ / واقعہ / لفظ)
(۸) کیا ............ چاہتے ہو (کہنا / پوچھنا / کرنا)

ادھر اُدھر بھٹکنے کی ضرورت نہیں ان تمام سوالوں کے جوابات جنوری ۹۶ء تا دسمبر ۹۶ء کے پیام تعلیم میں ملیں گے

ٹوکن کی فوٹو کاپی قابل قبول نہیں ہوگی۔۔۔۔۔۔۔ حل والے لفافے کے اوپر پیامی ادبی معما نمبر لکھنا نہ بھولیں۔

**شرائط پیامی ادبی معمّا** (۱) فیس داخلہ کچھ نہیں، البتہ ہر حل کے ساتھ چھپا ہوا پیامی ادبی معما کا ٹوکن کا آنا لازمی ہے (۲) حل روشنائی سے صاف ستھرا لکھا ہونا چاہئے۔ مشکوک یا کٹے پھٹے حل قابل قبول نہ ہوں گے (۳) اگر کسی انعام کے مستحق ایک سے زیادہ پیامی ہوں گے تو انعام برابر برابر تقسیم کر دیا جائے گا (۴) پیامی کو ایک ہی انعام یا اس کا ایک ہی حصہ دیا جائے گا۔ بڑے انعام کو چھوٹے انعام پر ترجیح دی جائے گی (۵) معمّے سے متعلق تمام معاملات میں اڈیٹر پیام تعلیم کا فیصلہ آخری اور قابل قبول ہوگا۔

اپنے حل اس پتے پر بھیجیے۔

ٹوکن پیامی ادبی معما نمبر 100
یہ ٹوکن اپنے حل کے ساتھ لفافے کے اندر رکھیے۔

پیامی ادبی معما نمبر 100۔ ماہنامہ پیام تعلیم۔ جامعہ نگر۔ نئی دہلی ۲۵

# بچوں کے لیے مذہبی کتابیں

| کتاب | مصنف | قیمت |
|---|---|---|
| نقوش سیرت (پانچ حصے) | حکیم محمد سعید - فی حصہ | ۵/۰ |
| حضرت عمر فاروقؓ | افضال الرحمٰن | ۶/۰ |
| حضرت یحییٰ علیہ السلام | منورہ نوری خلیق | ۳/۰ |
| حضرت آدم علیہ السلام | منورہ نوری خلیق | ۳/۰ |
| رسالہ دینیات اول | محمد نعیم الدین زبیری | ۳/ |
| رسالہ دینیات دوم | " | ۴/ |
| رسالہ دینیات سوم | " | ۵/ |
| رسالہ دینیات چہارم | " | ۵/ |
| رسالہ دینیات پنجم | " | ۶/ |
| بزرگان دین | محمود علی خاں جامعی | ۴/ |
| امت کی مائیں | حسین حسنی | ۳/۰ |
| اچھی باتیں | سعد الدین انصاری | ۴/۵۰ |
| خوب سیرت اول | حکیم محمد سعید | ۶/ |
| خوب سیرت دوم | " | ۴/۵۰ |
| سلطان جیؒ | اسلم فرخی | ۴/ |
| رسولؐ اللہ کی صاحبزادیاں | فضل قدیر ندوی | ۴/۵۰ |
| رحمان کا مہمان | رفیع الزماں زبیری | ۶/ |
| کمسن صحابی | " | ۵/ |
| اسلام کے جاں نثار | " | ۴/ |
| سیرت پاک مختصر مختصر | احمد خان خلیل | ۳/ |
| نور کے پھول | حکیم محمد سعید | ۹/ |
| سب سے بڑے انسان رسولؐ اللہ | " | ۴/۵۰ |
| حضرت حمزہؓ | احتشام علی رحیم آبادی | ۲/ |
| حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ | " | ۲/ |
| حضرت ابوہریرہؓ | " | ۲/ |
| حضرت محبوب الٰہیؒ | مشیر الحق | ۲/ |
| حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ | " | ۲/ |
| حضرت فرید الدین گنج شکرؒ | " | ۲/ |
| حضرت معین الدین چشتیؒ | " | ۲/ |
| حضرت ابوبکر صدیقؓ | " | ۲/ |
| حضرت طلحہؓ | " | ۲/ |
| حضرت سلمان فارسیؓ | " | ۲/۵۰ |
| حضرت عبداللہ بن عباسؓ | مشیر الحق | ۲/ |
| نیک بیٹیاں | " | ۲/۵۰ |
| اسلام کیسے پھیلا؟ حصہ اول | عبدالواحد سندھی | ۴/۵۰ |
| " حصہ دوم | " | ۶/ |
| قرآن پاک کیا ہے؟ | " | ۴/ |
| اسلام کیسے شروع ہوا! | " | ۴/۵۰ |
| اسلام کے مشہور سپہ سالار اول، دوم | " فی حصہ | ۶/= |
| اسلام کے مشہور امیر البحر | " | ۹/ |
| رسول پاکؐ | " | ۶/ |
| دس جنتی | الیاس احمد مجیبی | ۵/۵۰ |
| سرکار کا دربار | " | ۶/۵۰ |
| چار یار | " | ۴/۵۰ |
| آں حضرتؐ (اردو) | " | ۳/۵۰ |
| اللہ کا گھر | خلیل احمد جامعی | ۲/۵۰ |
| اللہ کے خلیل | " | ۲/۵۰ |
| رسول پاک کے اخلاق | " | ۲/ |
| اللہ کے صفی | " | ۲/۵۰ |
| ہمارا دین حصہ اول | سید شہاب الدین دسنوی | ۸/۵۰ |
| " دوم | " | ۴/۵۰ |
| " سوم | " | ۸/۵۰ |
| ارکان اسلام | مولانا اسلم جیراجپوری | ۲/۵۰ |
| عقائد اسلام | " | ۲/۵۰ |
| خلفائے اربعہ | خواجہ عبدالحی فاروقی | ۹/ |
| نبیوں کے قصے | " | ۴/۵۰ |
| ہمارے رسولؐ | " | ۶/ |
| پیارے رسولؐ | سلطانہ آصف فیضی | ۴/۵۰ |
| حضرت نظام الدین اولیاءؒ | ادارہ | ۳/ |
| مسلمان بیبیاں | اعجاز الحق قدوسی | ۳/ |
| ہمارے نبیؐ | سید نواب علی رضوی | ۳/۵۰ |
| سرکار دو عالم | محمد حسین حسان | ۹/ |
| قاعدہ یسرنا القرآن | | |

Regd.No. [illegible]
Licence No. U(SE)21 to post without prepayment to postage
Regd. with R.N.I. at No. 10537/64



# PAYAM-I-TALEEM

Jamia Nagar, NEW DELHI-110025.